شرح

دیوان اردوی غالب

موسوم به

وجدان تحقیق

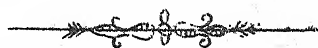
حصه اول مصنفه

خاکسار محمد عبد الواجد المتخلص به واجد فارسی مدرس سٹی ہائی اسکول
علاقه سرکار نظام و فرزند حضرت واله مرحوم و مغفور

در مطبع فیض منبع فخر نظامی بقالب طبع آمد
حیدرآباد دکن ۱۳۱۹ھ ہجری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تصنیفات حضرت مولانا مولوی محمد عبد العلی والہ دکنی مرحوم و مغفور



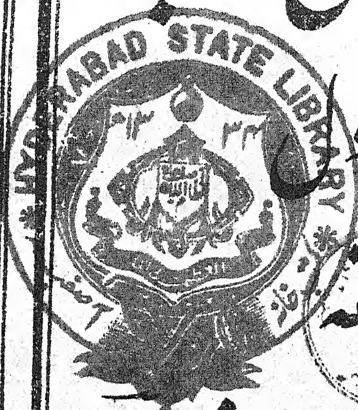
دیوان والہ موسوم بہ اسم تاریخی چمنستان بہشت بزبان فارسی ضخامت بیس (۲۰) جزو
کاغذ چکنا سفید ساٹھہ پونڈ کا چھاپہ صاف خوشخط ٹیٹل پیج زرد رنگ کاغذ پر
سرخی سے چھپا ہوا تمام دیوان نہایت آب و تاب کے ساتھہ چھپا ہے - اس دیوان مین
(۹) قصیدے (۴) مرثیے (۱) خمسہ (۱۳۲) قطعات بدین تفصیل قطعات تاریخی
(۷۶) اور قطعات غیر تاریخی (۵۶) اور (۱۲۵) غزلیات اور (۱۹۳) رباعیات بدین
تفصیل رباعیات تاریخی (۱۰) اور رباعیات غیر تاریخی (۱۸۳) اور چند متفرق اشعار
اور تاریخین ہین - اس دیوان مین جملہ (۳۳۴۸) اشعار مندرج ہین - حضرت والہ
مرحوم و مغفور کا کلام ایرانی پسند ہے صاحب موصوف کا نام اور کلام ایران تک
پہونچا ہے - کلام کی فصاحت و بلاغت اور مضمون آفرینی و جدت اور رنگینی اور بندش کی
عمدگی اور عاشقانہ مذاق اور واعظانہ مطالب اور درد و غم کا بیان اور خیال کی وسعت و کثرت
اندازہ بیان سے بڑھکر ہے - فارسی کے شایقون اور طالب العلمون کیواسطے نہایت
مفید اور اہل دکن کے لئے سرمایہ ناز و باعث افتخار ہے - باوجود اتنی خوبیون کے قیمت
کتاب صرف ڈہائی روپے سکہ حالی یا دو روپیہ سکہ کلدار -

انشای والہ موسوم بہ اسم تاریخی گلستان نثر حصہ اول و دوم بزبان
فارسی - پہلے حصہ مین وہ مراسلات و عرایض ہین جو مولوی عنایت الرحمن خانصاحب دہلوی معتمد

شرح

دیوان اردوی غالب

حصۂ اول





مصنفہ

خاکسار محمد عبد الواجد المتخلص واجد

فرزند حضرت والد مرحوم

سنہ ۱۹۰۲ عیسوی



هو الفتّاح

دیباچہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد حمد آلٰہی و نعتِ رسالت پناہی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مخفی و محتجب نہ ہے کہ جب رسالہ وثوقِ صراحت میری کوشش سے مجتمع ہوکر چھپ گیا تو اُسی دن سے میرا یہہ ارادہ ہوگیا تھا کہ اُسکا ایک ضمیمہ لکھڈالوں مگر قلّتِ فرصت کیوجہ سے ایک مدّتِ معیّنہ مین مسلسل یہہ کام کرنسکا کبھی کبھی کچھہ کچھہ عرض جب فرصت ملی اور جب طبیعت اُدہر آگئی لکھتا رہا اور اس کام سے ہمہ تن غافل نرہا آخر یہہ کام ایک مدّت مدید کے بعد خداے منعام کے افضال و اکرام سے انجام کو پہونچا اور یہہ ضمیمہ میرے ارادے کے موافق کامل ور پورا ہو گیا۔ بعد اختتام کے مین نے اس کے دو نام رکھے ایک **وجدان تحقیق** اور دوسرا **توضیح اشاراتِ والہ** اس ضمیمہ کے اندر بہت سی مفید باتین مین نے مندرج کی ہین جن سے ایک طالب فن اور شائق علم ادب بہت کچھہ نفع حاصل کرسکتا ہے۔ اگرچہ شتراحی میرا کام نہین اور نہ مین اوسکو لینے لئے فخر سمجھتا ہون

کہ اشعار کی شرح بازی کرتا رہون مگر چونکہ ایک غیر مکمل شرح شایع ہو گئی تھی اور
حضرت قبلگاہی مولانا والہ مرحوم و مغفور کا انتقال حین تصنیف مین ہو گیا
تھا اور حضرتِ مرحوم کو اجل نے فرصت و مہلت نہ دی تھی لہذا مین نے اپنی
لیاقت کے بموجب اس کام کو پورا کیا۔ کیونکہ خردمندون نے کہا ہے
مصرع پدر اگر نتواند پسر تمام کند۔

بی۔ اے کلاس کے چند جدید طالب علم جو فارغ التحصیل ہونیوالے تھے
نظام کالج مین حضرت مولانا والہ مرحوم و مغفور سے مرزا غالب دہلوی کا
اردو دیوان جسکی شرح کا یہہ ضمیمہ ہے بطور سرکاری پڑہتے تھے اور سیکڑون
دقائق و نکات جو مولانا ہی مغفور کی زبان مبارک سے سنتے تھے اپنے دل و
دماغ مین لئے تھے مگر افسوس ہے کہ وہ جواہر گران بہا صفحۂ قرطاس پر نہ آئے
اور مولانا ے مرحوم کے سینۂ کرامت گنجینہ مین ہی رہگئے۔ گویا یہہ بھی اردو زبان
کی ایک بدنصیبی تھی۔ با اینہمہ مولانا ے مغفور نے جسقدر لکھا ہے اُسکے نتیج اور
مفید ہونے مین میرے نزدیک کوئی شبہہ نہین ہے۔ شائقان شعر و سخن و پیروانِ
مرزا غالب کیلئے غنیمت عظمیٰ و موہبت کبریٰ ہے۔ غیر از ین نیت کہ اسمین اور
بہت سے مضمون بڑہانیکی ضرورت تھی یہہ کام دوسرے شارحین سے
ہو سکتا ہے چنانچہ مین نے اس کام کو انجام دیا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہی مصرع
ہر کہ آمد مزید کرد بران۔ میرا دیوانہ دل وثوق صراحت کے اختصار کو
نہین دیکھتا بلکہ اُس کے اعتبار کو دیکھتا ہے اگرچہ بہت مختصر ہے لیکن بہت معتبر
ہے۔ ہر ایک لفظ جو اُس محقق کے قلم سے ٹپک گیا ہے میری نظرون مین

جواہر زواہر کی قیمت رکھتا ہے۔ گو بہت سے حضرات اس کے مخالف ہون گے
مگر میرے دیوانے دل نے اس مختصر رسالے کے ساتھہ عاشقی کا درجہ حاصل
کیا ہے۔ ہمیشہ اُس کے حسن و جمالِ عنبار کا جلوہ دیکھا کرتا ہے در حقیقت
حسنِ عنبار ہی عجیب شے ہے ع بدل اس کے مختصر ہونیکو تو ہرگز نہ دیکھہ*
دیکھہ آخر کیا لکھا ہے حضرت استاد نے۔ چونکہ مرزا صاحب خاص دہلی کے
باشندے تھے اور دہلی جیسے شہر مین جو ہندوستان کا دوامی دارالسلطنت
اور اردو زبان کا دارالعیار رہا ہے اُن کی اُستادی کا ڈنکا بجا ہے لہذا
میری رائے مین مرزا صاحب کے اردو کلام پر زبان کے متعلق کوئی اعتراض وارد
ہو نہین سکتا۔ بلکہ اردو مین زبان کے متعلق مرزا صاحب نے جو کچھہ کہا ہے
سب مستند اور مسلم الثبوت ہے۔ اور اُن دہلی والون کے پاس جو دانشمند ہین
معتبر ہے اور وہان سے تمام ہندوستان مین مسلم ہے۔ ظاہر ہے کہ میرزا غالب
دہلوی کوئی معمولی شاعر نہین تھے اردو مین اُن کا شہرہ عالمگیر ہے دہلی مین
مولانا ذوق کے بعد اُنکا کوئی ہمسر نہوا۔ اس ضمیمہ کے اندر مین نے لفظی
اور معنوی تحقیق مین کامیابی کے ساتھہ بہت کوشش کی ہے اور اسیواسطے
وجدان تحقیق اسکا نام رکھا ہے۔ اور حضرت والہ مرحوم کے اشارات
کی صراحت اور وضاحت کرنے مین بھی بہت کچھہ دقت اٹھائی ہے اور
اسی لحاظ سے اسکا دوسرا نام توضیح اشارات والہ رکھا ہے۔ غالبًا
حضرت والہ مرحوم جب نظر ثانی کرتے تو بہت سے مضمون اپنی شرح مین
بڑھا دیتے جن سے تمام شرح بالکل عام فہم ہو جاتی۔ مین نے کئی مضمون

اس ضمیمہ کے اندر اسی شرح کو یعنے حضرت والہ مرحوم کی شرح کو اپنا رہبر اور
رہنما بنا کر لکھے ہین اور اون غیر مکمل نوٹون کو اچھی طرح سے مکمل کیا ہے -
اور اس بات مین کوئی شک نہین کہ شرح دیوان غالب کی بنیاد حضرت والہ
مرحوم نے ہی اپنے مبارک ہاتھون سے رکھی ہے - حضرت مصنف مرحوم کا انتقال
حین تصنیف مین ہو جانے سے شرح غیر مکمل اور ناتمام رہگئی - ظاہر ہے کہ ہر شخص
خوض نہین کرسکتا - چاہیے کہ ہر ایک شعر کا مطلب شارح بنفس نفیس تفصیل
و تکمیل کے ساتھہ بیان کردے تاکہ دیکھنے والون کو خوض اور غور کی حاجت
اور زحمت نہ پڑے لہذا مین نے انہین دنون سے جب کہ یہہ شرح میری
جد و جہد سے چھپ گئی تھی اسکا ضمیمہ لکھنا شروع کردیا تھا -

بنا کے آئینہ دیکھے ہے پہلے آئینہ گر ہنرور اپنے ہی عیب و ہنر کو دیکھتے ہین

حضرت قبلگاہی و اوستادی مولانا مولوی محمد عبد العلی المتخلص بہ والہ
رحمۃ اللہ علیہ و قدس اللہ سرہ کی تحقیق اور تدقیق کو کونسا شخص ہے جو نہین جانتا
جن صاحبون نے حضرت مرحوم سے علم حاصل کیا ہے وہ فرماتے ہین کہ
ایک ایک شعر دقیق اور ایک ایک مشکل اور پیچیدہ عبارت اور دقت طلب و اشکال
آمیز مضمون کے حل کرنے اور کہولنے کے متعلق اسقدر عمدگی اور صفائی اور
تفصیل اور صراحت سے شرح بیان فرمایا کرتے تھے کہ ایک شرح کے بیان کرنین
چار چار اور آٹھہ آٹھہ روز کی مدت کافی و مکتفی ہوتی تھی اور کوئی دقیقہ باقی
نہین رکھتے تھے جسکو بیان نکردین اور خود اس خاکسار نے فارسی کے شعر
اور انشا کی کتابین حضرت والہ مرحوم سے پڑھی ہین لہذا اس بات کی

تصدیق کرتا ہے اور اقرار کرتا ہے کہ فی الحقیقت فارسی کے شعراور انشا
کے دقائق اور نکات کے بیان کرنے مین حضرت والہ مرحوم کو اعلی درجہ
کی دلچسپی ورا علی درجہ کا کمال حاصل تھا۔ سیکڑون اشعار حضرت مرحوم کو
متحد المضمون یاد تھے کہ برمحل اور بر موقع اپنے شاگردون کو سنایا کرتے تھے
جنکے سننے سے مشکل مطالب باسانی ذہن نشین ہو جاتے تھے ورد قیق
مطالب اور پیچیدہ مضامین کو متعدد پہلوؤن سے اوسوقت تک کہ طالب العلم
کے ذہن مین اچھی طرح سے آجائین بیان فرمایا کرتے تھے۔
میرا یہہ بیان اونکی تحقیق معنوی کے متعلق تھا اور تحقیق لفظی تو حضرت والہ
مرحوم کے پاس ایک ادنی بات تھی اور اُن کے کمال کے مقابلہ مین تحقیق
لفظی کا نام لینا انکا رتبہ گھٹانا ہے۔ سر آمد تاریخ گویان زمن اُستادِ
مسلم الثبوت این فن عالی منزلت قدسی مرتبت صاحب الفضائل و المناقب
جناب مولوی عبد الحی صاحب المتخلص بہ وصف مددگار مہتمم بندوبست علاقہ
سرکار عالی دام لطفہ مجہہ سے فرماتے تھے کہ سکندرنامۂ نظامی علیہ الرحمۃ
کے کسی ایک شعر کی معنوی تحقیق کے متعلق حضرت والہ مرحوم نے آٹھہ
ورق لکھہ ڈالے تھے اور وہ شرح عموماً ایسی دلکش اور مرغوب طبایع ہوی
تھی کہ عالیجناب فردوس مآب مولانا مولوی حیدر علیصاحب مناظر سنی
و شیعی و مصنف منتہی الکلام رحمۃ اللہ علیہ نے اوسکی نقل کر لی تھی۔
اگرچہ وہ شرح اسوقت میرے پاس نہین ہے اور یقیناً حضرت والہ مرحوم
کے بہت سے نایاب تحریرات کے ساتھہ وہ بھی نہین معلوم کیا ہوی۔ مگر

اسمین کوئی شک نہین کہ فارسی کے درسی اور غیر درسی کتابون کے ساتھہ
حضرت والد مرحوم و مغفور کو فطرتی نسبت اور قدرتی لگاؤ تھا جو کسی طرح اور
کسی حالت مین کم نہین ہوتا تھا۔ دیکھیئے عرفی شیرازی غفر اللہ کے
اس شعر کی شرح کس عمدگی سے تحریر فرماتے ہین ؎

منکہ باشم عقل کل را ناوک انداز ادب — مرغ اوصاف تو از اوج بیان انداختہ

نزد والد ہیچمدان معنی و ترکیب شعر چنان است کہ در صدر بیت حرف کاف
متضمن استفہام استحقاری است چنانکہ خواجہ حافظ فرماید ؎

منکہ باشم کہ بران خاطر عاطر گذرم — لطف ہا میکنی ای خاک درت تاج سرم

یعنی من درچہ شمار و مقدارم جائیکہ رائی گرامی و ضع ادب از اوج بیان عقل
کل مرغ اوصاف ترا بر انداختہ است پس ناوک انداز ادب فاعل انداختہ و اوج
بیان مفعول فیہ وراے ما بعد عقل کل اضافی است متعلق بہ اوج بیان مفعولی
و منشاء مغالطہ ہمین است کہ این رارا مفعولی دانستہ اند و از نادانستگی
در شبہہ دو مفعول افتادہ اند۔ ناوک انداز ادب کنایہ از صفت حفظ مراتب
و عقل کل نفس قدسی محمدی صلی اللہ علیہ وسلم و مرغ اوصاف اشارہ بحدیث
(لا احصی ثناء علیک) باشد فقط منقول از انشای والد حصہ دوم صفحہ (۱۶۵)
اور دیکھیئے مرزا غالب دہلوی مرحوم کتاب عود ہندی مین پیرہن کاغذی
کے معنے لکتے ہین کہ ایران مین رسم ہے کہ دادخواہ کاغذ کے کپڑے
پہنکر حاکم کے سامنے جاتا ہے جیسے مشعل دن کو جلانا یا خون آلودہ
کپڑا بانس پر لٹکا کر لیجانا تمت کلامہ اور حضرت والد مرحوم کو توقع صراحت

ہین تحریر فرماتے ہین کہ فریادیون کا لباس جو قدیم مین دستور تہا۔ یہہ کنایہ
ہے عجز و بیچارگی و تظلم و زاری سے۔ اب سنئے اس اصطلاح کے
معنے بیان کرنے مین مرزا صاحب نے جو غلطی کی ہے اوسکی وجہ یہہ ہے
کہ مرزا نے فارسی کے قدیم لغات مثل بہار عجم اور برہان قاطع کے دیکہے
تہے اُن لغات مین اس اصطلاح کے معنے صرف دادخواہی کے لکہدئے ہین
تو مرزا نے یہہ سمجہا ہوگا کہ زمانہ حال مین بھی یہہ طریقہ جاری ہے مگر حضرت
والد مرحوم نے جو شعر و سخن کے علاوہ تحقیق کے دلدادہ اور عاشق و شیدا
تھے زمانہ موجودہ کے لغات اور نو تصنیف شدہ کتابون کو دیکہا تہا لہذا
حضرت ممدوح سے ایسی غلطی ہوی چنانچہ **فرہنگ انجمن آرای**
ناصری مین میرزا **ہدایت** مرحوم جو پایۂ تخت ایران کے امیر الشعرا تہے
لکہتے ہین کہ **کاغذین جامہ** کنایہ از عجز و بیچارگی و تظلم است چنانچہ خواجہ
حافظ گفتہ **ع** کاغذین جامہ بخونابہ بشویم کہ فلک ٭ رہنمائیم بسوے
علم داد نکرد ٭ و رسم بودہ است کہ در ولایت در زمان تظلم جامۂ کاغذین
می‌پوشیدہ اند و **توق صراحت** مین بعض جگہ نہ الفاظ کے معنے ہین
اور نہ اشعار کے معنے ہین بلکہ لفظون کے نیچے کچہہ ہندسے لکہے ہوے
ہین جو صرف دور و دراز کے اشارات ہین جنکو ہر ایک شخص درمعمولی لیاقت
کا آدمی ہرگز نہین سمجہہ سکتا مگر مین نے اُن اشعار کو اسیطرح ہندسون
کے ساتہہ شرح مین درج کر دیا تہا۔ اُسکی وجہ یہہ تہی کہ اُسوقت تک کوئی
شرح **دیوان غالب** کی شایع نہین ہوی تہی اور عام طور پر بلا تخصیص

غالب کا کلام ادق مانا جاتا تہا لہذا مین نے یہہ سمجہا کہ ان اشارون اور
ہندسون سے بھی کچہہ نہ کچہہ کام نکل آئیگا۔ کچہہ نہونے سے توان اشارون کا
ہونا بہتر ہے کیونکہ غور کرنے سے کچہہ نہ کچہہ معنے نکل آئینگے۔ اسی لحاظ سے
مین نے ایک لفظ کے معنے مل گئے تو اُن کو بھی درج کر دیا۔ میری غرض
یہہ تھی کہ شرح کا سرمایہ فراہم ہوتا جائے اور جہان تک ہوسکے دقت اور
اشکال کم ہوتا جائے نہ یہہ کہ مین اُسکو کامل شرح سمجہتا تہا۔ کبہی مین اوسکو کامل
و مکمل شرح نہین سمجہتا تہا لہذا میری سعی مشکور ہونی چاہیئے نہ مورد اعتراض

مرزا غالب دہلوی کے کلام کی دقت کو کون نہین جانتا اور اون کے اشعار
کے مشکل و دقیق ہونے کو کون نہین مانتا۔ اسی دقت اور اشکال کی وجہ سے
بعض شعرا اُن کے اشعار کو مہمل کہتے ہین اور یہہ قطعہ تو مشہور ہے قطعہ

اگر اپنا کہا تم آپ ہی سمجہے تو کیا سمجہے　　مزا کہنے کا جب ہی اک کہے اور دوسرا سمجہے
کلام میر سمجہے اور زبان میرزا سمجہے　　مگر انکا کہا یہہ آپ سمجہین یا خدا سمجہے

خود مرزا نے اسکا جواب یون دیا ہے ؎ نہ ستایش کی تمنا نہ صلہ کی پروا +
نہی گر مرے اشعار مین معنی نہ سہی + اسمین کوئی شک نہین کہ مرزا صاحب
بڑے نازک خیال و دقت پسند تھے + اُن کے کلام مین جو نزاکت اور دقت
ہے وہ فی الحقیقت خاقانی اور ظہوری اور بیدل اور جلال اسیر کی دقت
کلامی سے کچہہ کم نہین ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسا کلام عام فہم ہو نہین سکتا ایسے
کلام کے لئے شرحون کی اور شارحون کی ضرورت ہے اگرچہ خاقانی اور
ظہوری اور بیدل اور ناصر علی کے اشعار کی شرحین موجود ہین

مگر مرزا کے کلام کی شرحین اب تیار ہو رہی ہین فی الحقیقت خیالبندونکا کلام شرح کا محتاج ہے برخلاف سلاست پسندون کے کہ انکا کلام عام فہم اور خاص پسند ہوتا ہے خیال بند شعرا کو یہہ بات کہان نصیب ہے مرزا کے بعض اشعار جو وثوق صراحت مین مندرج نہین ہین اور در حقیقت وہ اشعار شرح طلب ہین اور کسی نے آج تک اون کی شرح چنانکہ باید وشاید نہین لکھی ہے یا تازہ مضمون میرے ذہن مین آگئے ہین تو مین نے ویسے اشعار کی شرح بہی لکھکر اس ضمیمہ کے اندر داخل کی ہے - بہر حال اس ضمیمہ کے اندر مین نے سیکڑون عمدہ اور مفید اور دلکش مطالب مندرج کئے ہین اور ضمیمہ کیا ہے بلحاظ مضامین کی کثرت اور کتاب کی ضخامت کے اصل شرح سے بہت بڑہکر ہے -

جب اس رسالہ کی قدر ہو گی اور یہہ رسالہ پبلک مین منظور نظر اور مقبول قلوب ہوگا خصوصاً سرتاج ارباب علوم سرحلقۂ اصحاب فہوم ادیب الادبا استاذ الفضلا شہنشاہ فضل وکمال - سرور و سردار علماے ماضی و حال - مربی علم و ہنر قدردان کمال - رشک فلاطون - غیرت افزاے ارسطا طالیس - عالیجناب فیضماب آنریبل مولوی سید حسین صاحب بلگرامی - بی - اے - المخاطب بہ نواب مؤتمن جنگ عماد الدولہ عماد الملک بہادر پرایوٹ سکرٹری اعلیحضرت قدر قدرت بندگانعالی متعالی مدظلہ العالی و ناظم تعلیمات حیدرآباد دکن دام اقبالہ واجلالہ اس رسالہ کو اپنے ملاحظۂ اقدس واشرف سے مشرف وممتاز فرماینگے اور پسند کرینگے تو یہہ خاکسار اس شرح کے دوسرے حصون کو شایع کریگا

جو فی الحقیقت قابل قدر اور لایق دید ہون گے اور اسمین کوئی شک نہین کہ میرزا
کے دیوان مین بہت سی باتین شرح طلب اور نازک مطالب فی الحال موجود ہین
جو حل نہین ہوے اگرچہ اُن کے اشعار کی بعض شرحین لکھی گئی ہین مگر تاہم بہت سے
پاکیزہ مطالب اُن شرحون مین نہین لکھے گئے اور وثوق صراحت اس شعر
کے موافق ہے ؎ دران نامہ کان گوہر سفتہ راند * بسے گفتنی ہا سے
ناگفتہ ماند * وثوق صراحت مین بعض جگہ نہ الفاظ کے معنے ہین اور نہ اشعار کے
معنے ہین - صرف کچھہ دور و دراز کے اشارات لکھے ہوے ہین جنکو حضرت مصنف
مرحوم صراحت کے ساتھہ لکھنے والے تھے مگر اجل نے صاحب موصوف کو
اسقدر فرصت نہ دی ؎ تیری فرصت کے مقابل اے عمر * برق کو پابہ حنا
باندھتے ہین - الحمد للہ تعالی کہ مین نے شرح غیر مکمل کو مکمل کر دیا * چونکہ
حال ہی مین مرزا کے اشعار کی بعض شرحین شائع ہو گئی ہین لہذا میرا اسقدر
نقصان ہوا کہ بعض مضامین متوارده و مطالب متحدہ کو اپنی شرح مین سے نکال دینا پڑا
تاکہ تہمت سرقہ سے محفوظ رہون - اس نقصان پر مجھے البتہ افسوس ہوا اس
شرح مین مین نے بعض ابتدائی باتین بھی درج کر دی ہین - اُن سے میری
یہ غرض تھی کہ اطفال مکتب بھی مستفید ہون نہ یہہ کہ اپنی شرح کو طول دیکر دوسرون
کی شرح پر فوقیت جتاؤن اور نہ یہ کہ ضخامت بڑھا کر الفربہ خواہ مخواہ مرد آدمی
کا آلہ صداقت بناؤن - مین نے اس شرح مین کہین کہین مرزا کے بعض اشعار پر
کچھہ اعتراضات سے لکھے ہین اُن سے میری غرض نفسانیت اور تعصب یا مرزا کو
بدنام و رسوا کرنا نہین ہے بلکہ حقیقت حال کا اظہار منظور تھا اور نہ اس سے

مرزا کی شان گھٹ سکتی ہے کیونکہ جو لوگ مشہور ہو گئے اُن کی شہرت کو کون
روک سکتا ہے معہذا کوئی فرد بشر باستثنا انبیا اور رسولون کے غلطی اور سہو
اور نسیان سے خالی نہین ہے الانسان مرکب مع الخطاء والنسیان
مشہور ہے۔ لہذا حضرات ناظرین سے یہہ امید کیجاتی ہے کہ اس ہیچمدان کی
تحریر بنظر غور دیکھکر شیوہ عدل و انصاف اختیار کرینگے نہ طریقہ جنگ و جدال۔
جب وثوق صراحت چھپکر شایع ہوی تو بعض صاحبون نے مجھہ سے
یہہ پوچھا کہ مولوی صاحب اردو زبان مین شعر کہتے تھے یا نہین؟ اگرچہ حضرت
قبلہ گاہی مولانا واٰلد مرحوم و مغفور کا فن اور پیشہ فارسی اور فارسی کی شعر و شاعری
تھا مگر چونکہ کبھی کبھی اردو زبان مین شعر کہا کرتے تھے لہذا مین نے کہا کہ ہان۔
چنانچہ صاحب موصوف کے دو تین اردو اشعار جو اسوقت مجھے یاد ہین یہان لکھتا ہون
تاکہ یادگار رہین وہ اشعار یہہ ہین ؎

کیا مقابل ہو تری آنکھون سے وہ | چشم ہے نرگس کو بینائی نہین
ہین ترے حیرت زدے جون آئنہ | لاکھہ دیکھین پر تماشائی نہین

ولہ

دل تنگ ہے تنگی بیابان سی کہان جائے | دامن جسے سمجھا تھا گریبان نظر آیا

اس زمین مین یعنے گریبان نظر آیا۔ بیابان نظر آیا اور طوفان نظر آیا مین صاحب
موصوف کے اور اشعار رہی ہین مگر مجھے اسوقت یاد نہین آتے۔
اس دیباچہ کے آخر مین اتنی بات کا ذکر کرنا نہایت ضرور ہے کہ جو دقتین
بیدل اور ناصر علی اور ظہوری اور شوکت اور مرزا جلال اسیر کے خیالبندانہ

کلام مین موجود ہین ویسی مشکلین مرزا غالب دہلوی کے تمام دیوان اردو مین جو فی الحال مطبوع اور موجود ہے پائی نہین جاتی ہین مگر پہر بہی اُسمین بعض اشعار اس قسم کے ہین جو سر در گم ہین - اور کچہہ پتہ نہین چلتا کہ مصنف کا اُن سے کیا مقصود ہے - اور مین نے اُن اشعار کی نسبت جو کچہہ لکہنا تہا لکہدیا ہے شرح کے ملاحظہ سے معلوم ہوگا - فقط

الراقم خاکسار

محمد عبد الواجد عفی عنہ واحد

تمام شد دیباچہ

قصیدہ بزبان فارسی طبعزاد مصنف این شرح در مدح اعلیحضرت

قوی شوکت قدر قدرت فریدون فر سکندر در دارا دربان

قیصر نشان رستم دوران افلاطون زمان حضور پر نور سپہ سالار

مظفر الممالک فتح جنگ ہز ہاینس نواب میر محبوب علیخان بہادر

نظام الملک آصفجاه آصف سلطان دکن خلد الله ملکه و دولته

ای دلبر یگانه و ای شوخ جانستان / ای طالب بهانه و ای یار رازدان

حسنت که دل ربود بیکدم جهان جهان / گوئی که بود بر سر من برق بی امان

کردی تو یک نگاه و دلم ریز ریز شد / تیر تو راست بیک قضا بود بیگمان

بوده قوی دلم چو هژبران جنگجوی / لیکن شده ز جور تو بی طاقت و توان

آن دل که بود جنبش او حسب عقل و نقل / دیوانه وش فتاده بدنبال تو دوان

اکنون بکوه و دشت و بیابان سفر کند / آن دل که بود مسکن او باغ و بوستان

جا داشت دل براحت و عشرت بسینه‌ام / آواره‌اش تو کرده از خانه و مکان

آرام داشت در بر من همچو دل خوشت / در دست اضطراب تو اش داده عنان

از درد دوری تو شده پیر سالخورد / هر چند بوده است دل بنده نوجوان

بوده است بیخبر ز غم و غصه پیش ازین / اکنون برفت تا به ثریا ز دل فغان

زین جمله جورهای و جفاها که کرده / دانم هلاک بود سر تو نه امتحان

تدبیر کار رفت ز دستم بدان روش / گوئی بلای صعب بدل ریخت آسمان

در عشق خویش حال دلم کرده تباه / کردی نه هیچ خوف ز عدل شه شهان

آن شاه نامدار که مشهور گیتی است / والا تبار فیض رسان حاتم زمان

فرخنده چهر و نیک نهاد و هنر شناس / عالی خیال و تازه کلام و نکو بیان

هیجا نورد و عدل شعار و ستوده کار / خورشید دستگاه و سخن فهم و تر زبان

جان حکومت و دل عقل و امان ملک / ایمان عدل و راحت خلق و کنه جهان

مصرع طرحی است

گاه نبرد جلوه ده تخت کامیاب
وقت نشاط غیرت جمشید کامران

آوازهٔ شجاعت او شد چنان بلند
دشمن فرار میکند از خوف چون زنان

از تیغ خونچکان وی و از سنان او
هم سینه هم گلوی عدو میخورد زیان

تاثیر عدل اوست که در گلشن دکن
شهباز و کبک راست بیک شاخ آشیان

اهل دکن بدور عدالت شعار او
ایدل جدا شوند چگونه ز جان و مان

امن از برای اهل دکن عام گشته است
تخصیص نیست تا همه باشند در امان

تهذیب در زمانهٔ او در ترقی است
دوران او ز دولت جمشید بد نشان

از کثرت مدارس و از شوکت علوم
یونان نظیر گشته دکن در همه جهان

صناعی و تجارت و کسب فنون خوب
آمد ز چار سو بدیارش جهان جهان

در کشورش تجارت هر شهر و هر دیار
دارد ترقی ز فنون صنعش و کان کان

در عهدش انتظام صفائی چنان بود
یک قطره آب چرک نریزد ز ناودان

نظم و نسق چنان بدکن گشته آشکار
گوئی نمانده است ضرورت به پاسبان

حفظ رعیتش کند این شاه کامگار
زانسان که حفظ گله خود میکند شبان

شاهی بسان حضرت آصف ندیده اند
سنجیده و حلیم و جوان بخت و کاردان

در دور او بملک دکن جمع گشته اند
ارباب علم و فضل و گرامی سخنوران

زان جمله طوبی است و گرامی و هم امیر
هم عاشق است و ترکی و هم داغ خوش بیان

بحر سخن ز در معانیست موجزن
تا ابر کلک شاه دکن شد گهرفشان

ملک دکن ز کوشش او رنگ نو گرفت
آرے ازین یقین بود آرایش مکان

ای مدعی که دعوی باطل همی کنی
کین انتظام شاه چنین است و آن چنان

بگشای چشم را و نظر کن که هر طرف — فیض عمیم شاه روان است چشمه سان

یابد وجود از پی درگاه شاه ما — بود در سمن عقیق بمعدن گهر نگان

دُر در عدن نسیم بگلشن روان بتن — بود در چمن شراب بدن گل بنار دان

این آب گشت و آن شده خون برای چه — نبود ز جود شاه چو شرمنده بحر و کان

روز ازل بحکم قضا و قدر بود — خوش قدر بندگان هواخواه شه گران

گشته دکن خلاص ز تدبیر او بلی — ملک است همچو کشتی و تدبیر بادبان

هر کس بسر برد بزمانش با من و عیش — بالجمله شد دکن ز وجودش یکی جنان

واجد چو مدح شاه نوشته همی شود — یاری برآر دست و دعا را کشا زبان

بر پنج برّ اعظم و بر پنج بحر شور — یارب بشود حکم وی از فضل تو روان

این دولت این حکومت و این حسن انتظام — مستحکم از عنایت حق باد جاودان

هم از سپاس کرمت رب جانواز — افزون شود قدر هواخواه بندگان

در این چکامه هر چه نوشتم حقیقت است
ای شاعران نیک ملا نید داستان

تمام شد قصیده

وثوق صراحت پر ریویوز

نوٹ۔ اب میں چند ریویوز جو وثوق صراحت پر لکھے گئے ہیں ذیل میں درج کرتا ہوں اور اُن ریویوز کو درج کرنے سے پیشتر ایک تعزیت نامہ

جو عالیجناب ایچ۔ پی ہاڈسن صاحب بہادر سابق پرنسپال نظام کالج نے اس خاکسار کے نام حضرت والد مرحوم کے انتقال کے بعد ارسال فرمایا تہا بطور یادگار نقل کرتا ہون کیونکہ اس تعزیت نامہ سے حضرت والد مرحوم کی عظمت ظاہر ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ تصنیف کا اعتبار مصنف کے اعتبار سے پیدا ہوتا ہے۔ جو لوگ مصنف کے اعتبار سے ناواقف ہوتے ہین وہ جو چاہتے ہین لکہہ جاتے ہین۔ اور ہین اس تعزیت نامہ کو حضرت والد مرحوم کے کل تصنیفات کے لئے عمدہ رویو خیال کرتا ہون اور اسی لئے اُسکو رویوز مین درج کرتا ہون اور چونکہ رویوز میری درخواست پر لکہے گئے اور چہپ گئے لہذا ہر قسم کے رویوز خواہ اُنمین تعریف ہو یا مذمت ہو ہر صورت مین اُنکا یہان مندرج کرنا لازم ہے فقط

الراقم

واجد عفی عنہ

تعزیت نامہ منجانب افلاطون زمان ارسطوی دوران عالیجناب فیضمآب ایچ۔ پی ہاڈسن صاحب بہادر سابق صدر مدرس مدرستہ العالیہ سرکار عالی و پرنسپال نظام کالج و اوستاد اعلیحضرت

حضور پرنور سلطان دکن خلد اللہ ملکہ۔

The Nizam College

نظام کالج
حیدرآباد دکن Hyderabad Deccan

No. نمبر (۱۲۲) Dated ۲۸ جون ۱۸۹۴ء

از مورخہ ۲۸۔جون ۱۸۹۴ء

بخدمت

جناب محمد عبدالواجد صاحب

نہایت افسوس ہے کہ مدرسہ عالیہ ایک مشہور عالم کو ہمیشہ کیلئے کھو بیٹھا۔ مولوی محمد عبدالعلی صاحب والہ کے انتقال کا صدمہ جسقدر مجھکو ہے اُسیقدر ہے جتنا آپ لوگون کو ہوگا۔ مولوی صاحب مرحوم کی عمدہ رائین اور نیک خدمتین کبھی فراموش نہین ہوسکتین۔ سچ تو یہ ہے کہ اُن کے جیسا شخص نہ ملنے سے اُن کی جگہ ہمیشہ کے لئے خالی ہے۔ خدا اُن کو اپنے جوار رحمت مین جگہ بخشے۔ آپ کو لازم ہے کہ آیہ کریمہ انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب ٥ کو اپنی نصب العین رکھیکے دوسرے متعلقین کی تسکین اور تشفی فرمائین فقط

ہو ہمہ دانی مین مشہور آفاق اور امور تعلیم و تربیت مین کہنہ مشاق تھے

H. R. Hodson

ہیچ پی ہاڈسن

(نقل دستخط) پرنسپل

اخبار جریدۂ روزگار مدراس جلد (۲۷) شمارہ (۲۲)

مطبوعہ یکم جون سنہ ۱۹۰۱ء

ہندوستان بھر کی عام ملکی اور قومی اردو زبان جس نے آج کے دن
قریب قریب ایک مکمل علمی اور شایستہ زبان کی حیثیت پیدا کرلی ہے
اوسکا بیج بونے والا ولی اس خوش آیندہ سرزمین دکن کا بسنے والا
تھا۔ جسمین رہنے اور بسنے کا ہمین بھی آج نہایت ہی بھاری فخر حاصل
ہے۔ جسکا یہہ لگایا ہوا پودا اپنے اصلی باغ سے دور دہلی اور لکھنو
جیسے مرکز تمدن شہرون کے نزہت بخش چمنون مین پہولتا پہلتا رہا اور
جنہین اس بات کا بہت ہی درست اور واقعی فخر رہا ہے کہ ہمارے ہی
باکمال شعرا اور ادبا نے اس نازک پودے کو سرد مہر زمانہ کی سختیون سے
مرجہانے جانے ندیا۔

غدر کی منحوس گھڑی جس نے دہلی جیسے مرکز تمدن شہر کی
اینٹ سے اینٹ بجادی اور اُسکا بن بنایا نقشہ بالکل ناپیدا بنادیا۔
خود اردو زبان کے حق مین کچھہ کم مصیبت پہونچانیوالی نہ تہی۔ اور بہت سے
شکستہ دل درد مین ڈوبے ہوے یہی سمجھہ رہے تہے کہ ہندوستان کی
قدیم مکمل زبانین جب دنیا سے رخصت ہو چکین تو پہر اس نئی نازک زبان کا
کیا ٹھکانا ہے جسکی ابہی ابتدائی حالت ہی درست نہونے پائی تہی۔
مگر زمانہ جس نے ہر وقت بالکل حیرت مین محو بنادینے والے مرقعے

پیش کرتے رہنا اپنا فرضِ منصبی قرار دے لیا ہے دفعتاً ایک نیا ورق
اُلٹتا ہے۔ سرسید کی دلکش اور مؤثر آواز نے اردو زبان کے لئے
ایک بالکل نیا راستہ کہول دیا جو اس سے پہلے بالکل بند تہا اور جسطرح سے
سرسید کی تعلیمی کوششون کے لئے دولت آصفیہ نے اپنی
تائید سے روح پہونک دی اسیطرح اردو لٹریچر اور اردو شاعری کو سنبہالنے
کے لئے زندہ دل دکنی اُٹھ کھڑے ہوئے جنہین اردو کی پرداخت کا
اصلی حق حاصل تہا۔ اور وہ دکن ہی کی سخن سنجی اور فیاضی ہے جس نے
آج اردو کو نہ صرف دنیا سے نامراد رخصت ہونے سے بچا لیا بلکہ
اُسکے ایک طویل مدت تک زندہ و برقرار رہنے کے سامان مہیا کردئے۔

وہ دکن ہی ہے جس نے ہمارے اعلیحضرت حضور نظام
خلد اللہ ملکہ کے عہد ہمینت مہد مین اردو زبان کو سرکاری زبان
قرار دینے سے ایک ایسا بہاری فخر اردو کے لئے پیدا کردیا جس سے
تمام ہندوستان خالی ہے۔ اردو لٹریچر اپنی اس جلد اور متحیر کرنیوالی
ترقی کے لئے جسقدر دکن کے بارِ احسانات مین دبا ہوا ہے ہمین اپنی
زبان سے اُسکے کہنے کی ضرورت نہین جب کہ اردو کا مشہور سے مشہور
اعلیٰ درجہ کا مصنف خوب سمجہتا ہے حیدرآباد نے اُسکے ساتہہ کیسی ہمدردی
کی ہے۔ اور کسطرح اسکے ساتہہ بے منت احسانات کئے اور کیونکر شوق کی
باتون سے اُسکی کتابون کو لیا۔

وہ حیرت انگیز ترقی جو اعلیحضرت حضور نظام کی بدولت علم و تمدن کی

ہر ہر شاخ مین نظر آ رہی ہے اور جس سے خود زبان اردو محروم نہین کہی جا سکتی
اور جسکے بارے مین بے تکلف یہہ دعوی کیا جا سکتا ہے کہ حیدر آباد اور اردو
زبان شاید بہت ہی قریب عرصہ مین لازم و ملزوم سمجھے جائینگے اوسکی ایک
معمولی نظیر یہہ کتاب **وثوق صراحت** ہے جو اسوقت بغرض ریویو
ہمارے روبرو اور درپیش ہے۔

یہہ کتاب **مولوی عبد العلی صاحب والہ** مرحوم و مغفور کی
تصنیف ہے جسمین اُنہون نے **مرزا غالب** مرحوم کے اُن اشعار کی نسبت
جو عام طور پر ایک عقدۂ مالاینحل خیال کئے جاتے ہین ضروری چیدہ باتین
درج کی ہین اور گویا ایک مختصر سی شرح کہی جا سکتی ہے۔

والہ مرحوم کے لایق فرزند مولوی **محمد عبد الواجد صاحب** نے
اس کتاب کو اپنے قابل قدر باپ کی یادگار قایم رکہنے اور شاعری کا ذوق
رکہنے والون کو ایک نیا تحفہ دینے کی غرض سے چہپوایا ہے۔ کتاب کی
چہپائی نہایت عمدہ اور کاغذ اچہا رکہا گیا ہے۔

غالب مرحوم کی شاعری کے متعلق جنکا نام ہندوستان
کے ہر اردو خوان کو معلوم ہے۔ ہندوستان کے مشہور ادیب اور
مصنف **مولانا حالی** نے یادگار **غالب** مین جس عالی خیال کے ساتہہ
بحث کی ہے اُسکی بعد اب پہر کچہہ لکہنا بے وقت کا راگ الاپنا ہے۔

باقی رہی **والہ** مرحوم کی شرح **والہ** مرحوم کی فارسی شاعری اور
فن ادب کی تحقیق دکن بھر مین مسلم مانی جاتی ہے۔ اُن کے فیض یافتہ

بکثرت ملین گے - یہہ یاد رکہنا چاہئیے کہ یہہ کتاب یادگار غالب کے شایع ہونیکے ایک مدت پیشتر چھپ کر شایع ہو چکی تھی - اور گو اسوقت متعدد لئیق اشخاص نے اسی مضمون پر کتابین لکہی ہین مگر اتفاقاً یہہ کہنے مین کوئی تامل نہین ہو سکتا کہ جسقدر ضروری اور اہم باتین لکہی ہین وہ والد مرحوم لکہہ چکے - اور گو اپنے پیچھے آنیوالون کے لئے اُنہون نے بہت سے کام چہوڑ دئے ہین جیسا کہ تمام انسانی کامون کا عہدہ ہے مگر جس کام کو وہ خود کر گئے ہین بجائے خود بے نظیر کہا جا سکتا ہے - ہمین تمام اردو کا مذاق رکہنے والے اشخاص سے امید ہے کہ وہ اس کتاب مین بہت کچھہ لطف پائینگے - کتاب مولوی عبد الواجد صاحب مدرس سٹی ہائی سکول بلدہ حیدر آباد سے مل سکتی ہے -

رسالہ معارف جلد (۴) نمبر (۸) واقع پانی پت مطبوعہ اگسٹ سنہ ۱۹۰۱ع

مولوی محمد عبد العلی خانصاحب والہ مرحوم مدرس نظام کالج حیدر آباد دکن نے جو اس کالج مین بی اے کلاس کو اردو پڑہایا کرتے تہے وقتاً فوقتاً اردو دیوان غالب پر کچھہ مختصر نوٹ قلمبند کئے تہے - اُن نوٹون کو اُن کے فرزند ارجمند مولوی محمد عبد الواجد صاحب واجد مدرس فارسی سٹی ہائی اسکول حیدر آباد دکن نے ایک جگہ فراہم کر کے کتاب کی شکل مین مرتب کیا ہے اور حال ہی مین چہپوا کر شایع کیا ہے - اس کتاب کی ضخامت (۱۲) جزو کی ہے اور شارح مرحوم کے فرزند ارجمند مولوی

محمد عبد الواجد صاحب واجد سے (عار) قیمت پر ملسکتی ہے - کاش ان
نوٹون کو موجودہ حالت مین نہ چھپوایا جاتا کیونکہ ہمارے نزدیک ایک
طالب علم کو جو غالب کی نازک خیالیون سے واقف ہونا چاہتا ہے اُن کے
مطالعہ سے کوئی بصیرت حاصل نہین ہوتی - اگر ہر نوٹ کو پھیلا کر شرح کا حق
ادا کیا جاتا تو یہہ شرح البتہ مفید ہوسکتی تھی - علاوہ اس کے طریقہ شرح
اور طرز بیان مین بھی بے انتہا اصلاح کی ضرورت ہے - ہماری رائے
مین یہہ شرح جسکو شرح کہنا کسی حالت مین زیب نہین دیتا اگر موجودہ صورت
مین نہ چھپوائی جاتی تو بہتر تھا -

گلدستۂ خدنگ نظر جلد (۵) نمبر (۴) واقع لکھنؤ مطبوعہ اپریل سنہ ۱۹۰۱ء

اس نام کی ایک شرح کلیات اردو میرزا غالب اکبر آبادی مرحوم حال ہی مین حیدرآباد
دکن سے شائع ہوی ہے اور اُس پر ہماری رائے طلب کیگئی ہے - ہم
غالب کے دیوان کو حل طلب نہین بلکہ تبصرہ طلب خیال کرتے ہین اور متمنی ہین کہ
ملک مین کوئی ایسا پیدا ہو جو غالب کے کلام کی نزاکتین اور اُس کے حکیمانہ
خیالات پر ایک مبسوط تبصرہ تیار کرے - لیکن جب تک یہہ نہین ہوتا اُسوقت
ایسی شرحین بھی غنیمت ہین جو لفظی معنی سمجھا سکتی ہین اور غالب کے دقیق کلام
کو عام فہم بنا سکتی ہین - خریداری کتاب کے لئے منشی عبد الواجد صاحب
واجد مدرس اول سٹی ہائی اسکول حیدرآباد دکن سے خط و کتابت
کرنا چاہئے -

گلدستۂ معیا جلد (۳) نمبر (۳) واقع لکھنو مطبوعہ اگست سنہ ۱۹۰۱ء

۱۹۲ صفحون کی ایک عظیم الشان کتاب اسوقت ہمارے سامنے ہے لائق مصنف
صاحب نے درحقیقت بڑی عرق ریزی اور جانفشانی سے اس اہم اور ضروری
کام کو باحسن وجوہ انجام دیا۔ یہہ کام اہم تو اس وجہ سے تہا کہ فخر زمان
حضرت غالب کے اردو دیوان کی تصریح کی گئی اور یہہ نہایت ہی سہل الممتنع
طور پر عام فہم زبان مین۔ اور ضروری یہہ اس وجہ سے تہا کہ اکثر ضرورت
سے زیادہ محقق بہتر شاعر احضرات اس کلام باعث نظام کو جہان کہین
نہین سمجہہ مین آتا بے معنی فرمادیا کرتے ہین۔ لہذا اس رسالہ کے مصنف نے
بہت ہی اچہی طرح سمجہہ مین آنیکا فیصلہ کردیا۔ گو اس سے قبل رسالہ پروانہ
کے اڈیٹر جو اپنے آپ کو مجدد وقت لکہتے ہین اس خدمت کو بجالاچکے
ہین لیکن میری نظر سے پروانہ کے کل سلسل پرچے نہین گذرے اسوجہ سے
اسکا فیصلہ مشکل ہے کہ اس معرکہ مین گوے سبقت کون لے گیا اور اس
نیکنامی کا سہرا کس کے سر رہا۔ تاہم مجدد وقت صاحب کی خود پسندی
کے دیکہتے اتنا پتا چلتا ہے کہ صاحب **وثوق صراحت** ہی قابل
تحسین وآفرین ہین۔ آجکل ملک مین ترقی تعلیم کے دیکہتے ہمین امید ہوتی ہے
کہ پبلک اس جواہر بے بہا کو بڑی قدر سے ہاتہون ہاتہہ لے گی۔ کاغذ
نہایت ہی عمدہ چہپائی بہت صاف قیمت کتاب کا حجم دیکہتے بہت کم
صرف (عا) علاوہ محصول - حیدرآباد دکن

تمام شد ریویوز بر وثوق صراحت

آغاز قطعات تواریخ طبع فرجدان تحقیق

تاریخ از کلام معجز نظام سرآمد تاریخ گویان زمن اوستاد مُسلّم الثبوت این فن - رشک ظہوری - غیرتِ نظیری سخن فہم واقعی واقف اسرار جلی و خفی - عالم متبحّر - علوم و فنون شیر لفدرا ماہر محقق کامل - مدقق فاضل - امام فن تاریخ دانی - بلبل ہزار داستان بہارستان معانی - صاحب التحقیق - مالک التدقیق - صاحب اخلاق حسن - خداوند سخن فیاض زمان یکتاے دوران - اعتضادِ اخوان عالیجناب فضائل مآب فواضل انتساب مولانا مولوی محمد عبد الحی صاحب قبلہ المتخلص بہ وصف مددگار اول مہتمم بندوبست علاقہ سرکار عالی

و تلمیذِ خاص حضرت والد مرحوم و مغفور ۔

خدا را فراوان سپاس و ستایش
که دلخواه شد منتشر شرحِ واجد

معانیِ نغز و مضامینِ نادر
سراسر بود درج در شرح واجد

بشیرین بیانی مذاقِ خرد را
دهد ذوقِ تنگ شکر شرح واجد

به تفصیل باشد عدیلِ مطوّل
با جمال چون مختصر شرح واجد

شروح اند اکثر بخوبی ولیکن
بود از همه خوبتر شرحِ واجد

بعینِ هنربین چو کحل الجواهر
بچشم بدان نیشتر شرح واجد

اگر شعر نو طرز غالب نفهمی
نگه کن تو اے دیده ور شرح واجد

چراغِ مجالس سراجِ محافل
بود نزدِ صاحب نظر شرح واجد

نظیرِ خودش هست خود او بخوبی
ندارد سهیم دگر شرح واجد

اگر حلّ معنیِ اشعارِ غالب
بتوضیح خواهی نگر شرح واجد

جمالِ رخِ شعرِ غالب نموده
بمرآةِ خود جلوه گر شرح واجد

پذیرندهٔ منتش شعرِ غالب
که دادش بهاے دگر شرح واجد

زبس تابناکے بتالیف آمد
برد آبروے گهر شرح واجد

بدامِ سطور است گیسوے خوبان
بود دلکش و دل شکر شرح واجد

سطور است یا سلکِ لولوی لالا
کشد خط بروے گهر شرح واجد

اگر فی المثل شعر باشد گلستان
همانا بود بار و بر شرح واجد

سراسر درست و سزاوار باشد
نویسند اگر زآبِ زر شرح واجد

وہذا الشراح دگر شرح واجد ۱۳۱۹ ہجری		خرد گفت با وصف تاریخ طبعش

قطعۂ تاریخ از کلام معجز نظام پیشرو صاحبان سخن مقبول اساتذۂ این فن - لاریب یکتائے زمانہ - بے شبہ ہر گیانہ صائب مقام - قدسی کلام - معجز نظام - صاحب دستگاہ عالی انواعِ نظم را والی - بدرِ منیرِ اوجِ کمال - شاہد معنی را یوسف جمال - فردوسی نشان - جامی بیان - نیر اعظم آسمان تحقیق خلاصہ محققان صاحب تدقیق - فلک البروج کمال - آفتاب عروج لازوال - امامِ فنِ سخن شاعر مضمون آفرین حضرت ذی مکرمت مولانا مولوی محمد صدیق حسن صاحب المتخلص بہ عاشق صدر مدرس فارسی مدرسۃ العالیہ کلکتہ

و پروفیسر نظام کالج حیدرآباد دکن دام لطفہ

حضرت واجد ذہن رساش — داد معالی خوب بداد
بر سخن غالب بنوشت — شرح گزین مقبول فواد
مطلب مشکل زو شدہ حل — طالب معنی یافت مراد
وہ چہ نگارے جلوہ فروز — چشم بدش یارب مرساد
ہر کہ بدیدش از رہ قدر — بر سر و چشم خویش نہاد
معنے خوبش عین صواب — لفظ درستش محض سداد
وہ چہ مصفّیٰ بین سطور — وہ چہ مجلّیٰ نقش مداد
نور قلوب اہل صفا — کحل عیون اہل سواد
رمز شگرفش لایق وصف — نکتۂ نغزش قابل صاد
شامل او تصریح تمام — حاصل او تفصیل زیاد
مدخر التسہیل و من — صنّفہ احسن و اجاد
سال چو جستم گفت سروش — شرح مبین ہر عقدہ کشاد
۱۳۱۹

قطعۂ تاریخ از ظہوری ظہور و نظیری نظیر فصیح اللسان بلیغ البیان سرحلقۂ شعرای اردو پروانۂ شمع شبستان گفتگو صاحب الفضائل و المناقب جناب مولوی محمد سید کاظم حسن صاحب

کنتوری المتخلص بہ شیفتہ ساکن حیدر آباد دکن

جب مشرح ہوا اردو دیوان	اور روشن ہوا نام غالب
شرح یہہ واٰلہ و واجد نے لکھی	جس سے ظاہر ہے مرام غالب
مجر سال ہین منقوطہ حروف	اب چھپی شرح کلام غالب

رباعی تاریخ از قلم مشکین رقم چراغ شبستان گرم بیانی سراپا شعلۂ طور سخندانی جناب ستودہ مناقب میر نوازش علیصاحب المتخلص بہ لمعہ فرزند ارجمند جناب شعلہ صاحب مرحوم

ہے قابل شکر سعی و جد صاحب	کیا خوب لکھی ہے شرح بہر طالب
ہاتف نے کہا ہے لمعہ سال تاریخ	مطبوع ہے یہہ حل کلام غالب

قطعۂ تاریخ بہ صنعت توشیح از افکار گوہر بار بلبل خوش الحان گلستان سخن واقف اسرار این فن شیفتۂ شیوا بیانی نغمہ سنج بہارستان سخندانی جناب مولوی سید محمد علیصاحب نعمانی ملیح آبادی لکھنوی المتخلص بہ عرش دام لطفہ

نوشت شرح بدیوان اردوئی غالب	دلیل اہل سخن و آلہ بلند افکار
خیال واجد خوش فکر چون رجوع نمود	شدہ ضمیمہ تازہ بطرز نوبہار
ز عطر بیزی افکار ہر دو اہل کمال	شمیم زلف سخن جان دمید در اشعار
نوشت عرش بحسن او بصنعت توشیح	حروف فرق مصاریع گیر بے تکرار

۱۳۱۹ھ

قطعۂ تاریخ از کوکب درخشندۂ اوج سخنوری کامیاب و کامران میدان فصاحت گستری بلاغت نشان گوہر فشان شیرین بیان جناب فیض المناقب آس صاحب شاہپوری صدر انجمن جلسہ اتحاد و وائس پریسیڈنٹ آف محمڈن عثمانیہ کلب حیدر آباد دکن

آفرین بر حضرت واجد کہ ہست	چرخ شعر و شاعری را آفتاب
چون رقم فرمود این نایاب شرح	بر کلام غالب عالیجناب
گفت ہاتف سال طبعش اینچنین	روح افزا ہست شرح لاجواب

۱۳۱۹ھ

ولہ ایضاً

کرد تصنیف چو این شرح جناب واجد	بدل و جان ہمہ عالم شدہ آنرا طالب
خواستم از فلک پیر چو سال طبعش	ہاتفم گفت نگر شرح کلام غالب

۱۹۰۲ع

قطعۂ تاریخ از سخنور شیرین مقال شائق کمال مورخ بیمثال

نیک خصال ستودہ مناقب جناب میر یاور علیصاحب اعظم تلمیذ حضرت داغ دہلوی ساکن حیدرآباد دکن

چنین شرح بنوشت واجد کنون
زچشم عدو خون حسرت چکید

سن عیسوی گفت اعظم سروش
نگر شرح دیوان غالب پدید
۱۹۰۲ء

ولہ

لکھی شرح زیبا جو واجد نے اعظم
ہوا اُنکا احسان اہل نظر پر

کہی مین نے تاریخ بے چشم بد اب
چھپی آج وجدان تحقیق بہتر
۱۳۱۱ھ

ایضاً

کم مین واجد کے سے یہان عالم
ذی عنایت شفیق و نیک شیم

مشفق من جناب واجد نے
شرح چھپوالی جبکہ اسے اعظم

سر اعظم سے مین نے سال کہا
منزل اوج رشک باغ ارم
۱۹۰۲ء

ایضاً تاریخ در نثر

جامع الکمالات وجدان تحقیق
۱۳۱۹ ہجری

قطعہ تاریخ از مورخ شیرین مقال جناب ستودہ مناقب

سید علی رضا صاحب سلمہ اللہ الواہب

لکھی واجد نے ایسی شرح نایاب — کہ جس سے مطلب مشکل عیاں ہو
چلو دوڑو خریدو شائقو اب — چھپی ہے شرح زیبا تم کہاں ہو
سر امید سے ہاتف نے یا رب — کہی تاریخ مرغوب جہاں ہو

١٣١٩

قطعہ تاریخ از مورخ شیرین گفتار ستودہ مناقب جناب سید یوسف علی صاحب سلمہ اللہ الواہب

شکر صد شکر چھپ گئی یہ شرح — جسکا دیکھا نہیں نظیر ہمال
جو مصنف ہیں اسکے اے یوسف — میرے استاد ہیں وہ نیک خصال
کوئی پوچھے جو سال طبع کتاب — کہہ بلند اختری واجد سال

١٣١١

قطعہ تاریخ از ہیچمدان خاکسار محمد عبد الواجد المتخلص بہ واجد مصنف وجدان تحقیق فرزند حضرت والد مرحوم و مغفور

دارم امید قدر ز نواب عماد ملک — زین شرح تازہ ام کہ بصد آب طبع شد
الف سرود مصرع برجستہ اش چنین — شرح جدید و مفرط و نایاب طبع شد

ایضاً

شرح چنین نادر و پاکیزہ تر — گشت چو اے یار بصد آب طبع

گفت بن ہاتف غیبی سنش	شرح شد دلکش و نایاب طبع ۱۳۱۹ھ

ایضاً

شرح تازہ حامل رمز جدید	کردہ ام تصنیف خوش مرغوب ہند
طالب معنیٔ غالب بودہ اند	آرے این شرحی بود مطلوب ہند
سال طبعش خود بجو د آمد زغیب	شرح مضمون آفرین محبوب ہند ۱۹۰۲ء

ایضاً

ہر کہ دید این حل و این شرح جدید	از کمال فرخی گل گل شگفت
ہاتف غیبی سن طبعش بمن	شرح مضمون آفرین مبسوط گفت ۱۹۰۲ء

تمام شد تواریخ طبع کتاب

نوٹ - جن صاحبون نے میری شرح کی تاریخین کہی ہین مین انکا شکر گذار ہون اور چونکہ قدیم سے یہہ رسم چلی آتی ہے کہ کتابون کے آخر یا اول مین تاریخین اور تقریظین درج کی جاتی ہین - لہذا مین نے بہی یہہ تاریخین شکریہ کے ساتہہ یہان درج کی ہین خصوصاً عالیجناب مولوی عبدالحی صاحب وصف اور عالیجناب مولوی صدیق حسن صاحب عاشق کا مین نہایت شکر گذار ہون اور فی الحقیقت ان دونون معزز و محترم بزرگون کی تاریخین مجہہ خاکسار کے لئے سرمایۂ ناز و باعث افتخار ہین فقط

راقم
مصنف

صحت نامۂ وثوق صراحت شرح دیوان اردوی غالب دہلوی

نوٹ - (=) یہہ علامت جو براکٹ مین لکہی ہے مساوات کی ہے -
انگریزی مین یہہ قاعدہ ہے کہ جس لفظ کے معنے بیان کرتے ہین اُس لفظ
کے بعد یہہ علامت بنا دیتے ہین - مساوات کی علامتین اور ڈیش اور
اشعار کے تعداد کی سندیسات وثوق صراحت مین مین نے لکہے ہین چونکہ مساوات
کی علامت اردو کی شرح مین ایک تازہ ایجاد تہا لہذا کہین کہین مجہہ
کچہہ سہو ہو گیا ہے لہذا مین نے نظر ثانی کرکے مع دیگر اغلاط کتابت
یہہ صحت نامہ مرتب کیا ہے - اور (-) یہہ علامت جو براکٹ مین لکہی ہے
فصل کی ہے جسکو انگریزی مین ڈیش کہتے ہین فقط

واجد عفی عنہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵	۱	=	—	۹	۵	=	—
۵	۸	=	—	۹	۷	دیدہ	دیدۂ بیخواب
۶	۱۱	=	—	۹	۷	=	—
۶	۱۲	=	—	۱۰	۸	=	—
۷	۱۱	=	—	۱۰	۹	=	—
۷	۱۵	=	—	۱۰	۱۰	=	—
۸	۹	کو	کر	۱۰	۱۱	=	—

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
١٠	١٥	=	—	٢٢	١٣	=	—
١١	١٥	=	—	٢٧	٣	سادہ دکی	سادہ دلی
١٢	٨	=	—	٣٠	١	اور	پھلا اور
١٢	٨	اشد	اشد من	٣٥	١٣	دیکھکر	دیکھکر سنائے ہے
١٢	١٠	=	—	٣٥	١٣	ہمارے	ہماری
١٢	١٣	=	—	٣٦	٤	شمشا	شمشاد
١٢	١٥	=	—	٣٧	٢	سلک	سلگ
١٢	١٧	چار جو	چارہ جو	٣٧	٧	نرگس =	نرگس —
١٣	٦	=	—	٣٨	١٧	آہ	آ
١٣	١٠	=	—	٣٩	١٦	خنجر =	خنجر —
١٤	١١	ناموس ناموس	ناموس	٤٠	٤	رکہتا	رُکتا
١٧	٢	کا	کی	٤٠	٥	بےسبب =	بےسبب —
١٨	٥	=	—	٤٠	٧	=	—
١٨	١٦	=	—	٤١	١	=	—
١٩	٢	کے	کی	٤١	٦	=	—
١٩	٨	اپنی	میری	٤١	٦	خرموسی صعق	وخرّ موسیٰ صعقا
٢٠	٨	تڑپچھ	تڑپ	٤١	١٧	دبستان	دبستان پہ
٢١	٤	کا	کی	٤٢	٦	نمکدان =	نمکدان —

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۳	۳	کی کی	کی	۵۳	۴	=	ـ
۴۳	۱۴	=	ـ	۵۴	۹	تھا	تھی
۴۳	۱۴	کہ	تاکہ	۵۵	۱۵	=	ـ
۴۳	۱۶	اوسکی	اِسکی	۵۵	۱۶	یک	اک
۴۴	۱۴	=	ـ	۵۶	۳	=	ـ
۴۵	۱	ہوجاتا	ہوجاتی	۵۷	۸	اپنی	میری
۴۵	۸	کیاجاے	کرناجاے	۵۷	۱۴	کی	کو
۴۵	۱۷	کا	پر	۵۸	۷	=	ـ
۴۶	۱۲	ہے	ہی	۵۸	۱۶	کی	کو
۴۷	۱۱	=	ـ	۶۰	۲	=	ـ
۴۹	۱۳	=	ـ	۶۲	۵	=	ـ
۵۰	۲	=	ـ	۶۲	۹	کر	کہ
۵۰	۵	گزار	گداز	۶۲	۱۶	نویندہ	نویسندہ
۵۱	۲	پونچے	پہونچے	۶۲	۱۷	کی	کے
۵۱	۱۱	رخ نگار =	رخ نگار ـ	۶۳	۵	خوف =	خوف ـ
۵۲	۲	کرتی ہے	کرتا ہے	۶۳	۱۴	ان	اُن
۵۲	۷	بیم رقیب الخ =	بیم رقیب الخ ـ	۶۴	۱	آئے	آسے
۵۳	۱	جملہ	جملے	۶۴	۱۰	حقیقت =	حقیقت ـ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶۴	۱۰	عرب	عرف	۷۱	۱۵	ہم	ہم تو
۶۴	۱۴	=	-	۷۲	۷	استغفاری	استخباری
۶۴	۱۴	مشاہدہ	مشاہد	۷۴	۸	نہین =	نہین -
۶۵	۳	آئینہ	آئنہ	۷۵	۳	جسکا	جسکو
۶۷	۱	کہ ہے =	کہ ہے -	۷۵	۸	=	-
۶۷	۲	=	-	۷۵	۸	=	-
۶۷	۶	طاقت	وہ طاقت	۷۸	۱	تھی	تہی
۶۷	۱۴	=	-	۷۸	۲	تھی	تہی
۶۸	۲	الخ =	الخ -	۷۸	۴	سرسر	صرصر
۶۸	۱۰	جانتا ہے	جانتا ہے کہ	۷۸	۶	آئینہ	آئنہ
۶۹	۲	دی ہے	دیا ہے	۷۸	۷	پا =	پا -
۶۹	۱۱	ہی	ہے	۷۸	۱۵	=	-
۶۹	۱۵	پون	یون	۷۹	۹	اپنا	اپنی
۷۰	۱	اس کا	اس کی	۷۹	۱۱	اُس سے	اِس سے
۷۰	۴	=	-	۸۰	۱۱	قوت	فوت
۷۰	۱۴	=	-	۸۰	۱۲	نہ پہونچا	نہ پہونچے
۷۱	۶	یہان تک	یہان تک کہ	۸۰	۱۳	اگر	گر
۷۱	۱۰	=	-	۸۰	۱۴	=	-

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۸۱	۳	کو	کو کہ
۸۱	۳	ہاتون	ہاتھون
۸۱	۶	ہین =	ہین –
۸۱	۱۰	دہونڈے	ڈھونڈھے
۸۲	۳	الخ =	الخ –
۸۳	۳	وہ	رہ
۸۴	۹	ہم	ہم سمجھتے نہین
۸۴	۱۳	الخ =	الخ –
۸۵	۱۰	=	–
۸۵	۱۲	=	–
۸۶	۱۲	سرگران –	سرگران =
۸۶	۱۶	=	–
۸۹	۱۱	=	–
۹۰	۳	الخ =	الخ =
۹۰	۵	سرنگون =	سرنگون –
۹۰	۱۱	نالہ	تو نالہ
۹۲	۱۱	سکتے	سکتی
۹۴	۱۲	=	–
۹۴	۱۶	آب	اب
۹۵	۱۰	الخ =	الخ –
۹۶	۳	=	–
۹۶	۱۱	سمجھنی محال ہے	+
۹۷	۲	آئینہ	آئنہ
۹۷	۳	=	–
۹۷	۱۱	=	–
۹۷	۱۷	مغتنم ہے =	مغتنم ہے –
۹۸	۳	بکمون	نکیون
۹۹	۱	غنقا ہے =	عنقا ہے –
۱۰۰	۱۲	=	–
۱۰۲	۵	الخ =	الخ –
۱۰۲	۷	نگہت	نکہت
۱۰۲	۸	=	–
۱۰۲	۱۰	الخ –	الخ –
۱۰۲	۱۴	در	ڈر
۱۰۴	۸	خراب	گیتی خراب
۱۰۶	۱۴	داغِ سامان	داغ سامان

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۰۶	۱۶	گل ہا	گل	۱۲۹	۵	=	–
۱۰۶	۱۶	اُن کے	اُسکے	۱۲۹	۸	=	–
۱۰۹	۱	فراغتِ	فراغت	۱۳۰	۱۴	=	–
۱۰۹	۱۰	نقارہ	نظّارہ	۱۳۰	۱۷	=	–
۱۱۲	۱۳	=	–	۱۳۱	۶	=	–
۱۱۳	۴	آئے	آسے	۱۳۱	۱۰	الخ =	الخ –
۱۱۵	۱۱	=	–	۱۳۱	۱۳	=	–
۱۱۶	۱۴	بالغرض	بالفرض	۱۳۳	۹	بادہ پیمائی	بادپیمائی
۱۱۹	۲	میری	مری	۱۳۴	۳	مقام	درمقام
۱۱۹	۷	=	–	۱۳۴	۶	خزانہ	خزانے
۱۲۲	۵	=	–	۱۳۵	۳	میرا	میری
۱۲۴	۱۴	گلزار	بازار	۱۳۵	۱۶	جسکا	جسکو
۱۲۵	۷	=	–	۱۳۶	۳	رشتہ دوانی	ریشہ دوانی
۱۲۵	۱۳	=	–	۱۳۶	۷	کی اندازی	کے اندازے
۱۲۶	۱۵	=	–	۱۳۷	۵	=	–
۱۲۷	۱۲	الخ =	الخ –	۱۳۷	۸	کے	کی
۱۲۸	۲	=	–	۱۳۷	۱۴	شوق	شوخ
۱۲۸	۱۴	میری	میرے	۱۳۸	۳	کا	کی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۳۹	۱	ہنگام آرا	ہنگامہ آرا	۱۵۷	۱	ہے	ہی
۱۴۱	۱	چوڑ	چھوڑ	۱۵۷	۱۰	=	=
۱۴۱	۴	آئینہ	آئنہ	۱۵۷	۱۰	=	=
۱۴۱	۶	دیدۂ حیراں =	دیدہ حیراں –	۱۵۷	۱۳	=	=
۱۴۳	۱۱	ساغر کا	ساغر کی	۱۵۷	۱۵	=	=
۱۴۴	۱۳	الخ =	الخ –	۱۵۷	۱۵	=	=
۱۴۴	۱۴	قدم	قدوم	۱۵۸	۹	ہجرانکی	ہجران کی
۱۴۵	۴	کا	کی	۱۶۰	۱	مینکشتی	مینکشی
۱۴۶	۱	نفط	نفظ	۱۶۰	۱	تھی	تھے
۱۴۷	۳	نگاہ الخ	نگہ الخ	۱۶۰	۹	الخ =	الخ –
۱۴۷	۴	بڑی	بڑھی	۱۶۰	۱۵	خفای	قفای
۱۴۷	۸	پردا	پروا	۱۶۲	۱۲	=	=
۱۴۹	۱۳	کس نے	کس نے کہ	۱۶۲	۱۷	یعنے عاشق	یعنے عاشق کے تحت جگر
۱۵۰	۸	پرستش	پرسش	۱۶۴	۱۵	=	=
۱۵۲	۱۷	=	–	۱۶۷	۱۰	بچکے	بجھ کے
۱۵۳	۱۰	=	–	۱۶۷	۱۰	گونچکے	گونج کے
۱۵۵	۱	نامیدی	ناامیدی	۱۶۹	۳	کرگئی	گر گئی
۱۵۵	۱۴	آئینہ	آئنہ	۱۷۰	۱۳	نشکا	نشکار

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۷۰	۱۵	=	—	۱۷۵	۳	گڑوادین	گڑوادیا
۱۷۱	۹	آئینہ	آئنہ	۱۷۵	۱۱	دردخوازی	دردخواری
۱۷۲	۸	اسکا	اسکو	۱۸۲	۵	=	—
۱۷۴	۱۵	پوچتے تھے	پوچھتے تھے	۱۸۲	۶	طلاق	طاق

تمام شد صحت نامہ مرتبۂ خاکسار محمد عبد الواجد عفی عنہ واجد

نوٹ معارف کے ریمارک پر یہہ صحت نامہ نہایت احتیاط کے ساتھہ تیار کیا گیا ہے۔ امید ہے کہ شائقانِ کلام غالب اس کے مطابق تصحیح کرلین گے۔ الحمد للہ اب کوئی غلطی باقی نہ رہی فقط واجد عفی عنہ

۵ مئی سنہ ۱۹۰۲ عیسوی

ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ

حصہ اول | باب الالف

ضمیمہ

وثوق صراحت

موسوم بہ

وجدان تحقیق

اس ضمیمہ کو

خاکسار محمد عبدالواجد واجد تخلص عفی عنہ فرزند عالیجناب مولانا مولوی شیخ محمد عبد العلی والہ مرحوم و مغفور مدرس گورنمنٹ سٹی ہائی اسکول حیدرآباد دکن نے تصنیف کیا

نامی گرامی نظام حیدرآباد کے ہوئی
مطبع کرامات فخرت واقع آباد دکن میں طبع





نقش فریادی ہی کسکی شوخی تحریر کا | کاغذی ہی پیرہن ہر پیکر تصویر کا

چونکہ تصویر اکثر کاغذ پر ہوتی ہے لہذا تصویر کو کاغذی پیرہن یعنے پوشاک کاغذی دارندہ قرار دیا ہے ۔ اس شعر کے اتنے معنے ہو سکتے ہین کہ تصویر زبان حال سے تظلم و فریاد کرتی ہے مگر ان معنون مین کوئی لطف اور نزاکت نہین کیونکہ اس سے حاصل کچھہ نہین اور تاویل و تعبیر مین بہت کچھہ گنجایش ہے چنانچہ بعض لوگ اس شعر کو تصوف مین لئے جاتے ہین اور صوفیانہ معنے بیان کرتے ہین مگر خود اُن کو یقین نہین کہ مقصود قائل یہی ہو ۔ اور یہہ بھی ممکن ہے کہ مرزا نے مولانائے روم رحمتہ اللہ علیہ کے اس شعر سے

بشنو از نے چون حکایت میکند ٭ وز جدائی ہا شکایت میکند

یہہ مضمون اخذ کیا ہو یعنے نَے کی جگہ نقش اور شکایت کی جگہ فریاد اختیار کیا ہو اور اسی لحاظ سے اُسکو دیوان کا مطلع قرار دیا ہو مگر یہہ مضمون اس مطلع سے

صراحت اور وضاحت کے ساتھہ ظاہر نہین ہوتا - مولانا کے شعر مین جدائی کا
لفظ ایسا ہے کہ جس سے شعر کے معنے بآسانی معلوم ہوتے ہین معہذا وہ
شوخی ہے اور علم تصوف کے متعلق ہے - مولانا ے ممدوح نے مضمون
کو سلسلہ وار تفصیل کے ساتھہ بیان فرمایا ہے - اس مطلع مین وہ بات کہان
غزل کے شعر مین اسقدر تعقید معنوی معیوب ہے گویا معنی کا خون کرنا ہے کسکی
شوخی تحریر اور ہر پیکر تصویر یہہ ایسے الفاظ ہین جو شعر کو مورد طعن بنا رہے ہین -
کیا خدا ے پاک کو کوئی عاقل شوخی یعنے جسارت کے ساتھہ منسوب کرسکتا ہے -
اسکا جواب یہی ہے کہ ہرگز نہین شعرا ے فصاحت شعار کا یہی دستور رہا ہے
کہ تعقیدات معنوی سے اجتناب و احتراز کرتے رہے ہے تاکہ کلام مہمل اور بے معنی
نہو جائے - **پیرہن کاغذی** = فارسی والون کی اصطلاح ہے - اسکے
معنے وثوق صراحت مین دیکھیئے - **نقش** = صورت و نگار و تصویر -
نقوش اسکی جمع ہے اس شعر مین نقش بمعنی تصویر آیا ہے - **فریادی** =
فریاد کنندہ - فریاد کرنے والا - مگر اردو کے قاعدہ سے تصویر چونکہ تانیث
ہے لہذا یہان فریاد کرنے والی کہنا چاہیئے یعنے تصویر کسکی شوخی تحریر کی فریاد
کرنے والی ہے - **فریادی** مین جو یاے تحتانی آخر مین ہے اوسکو
یاے فاعلی کہتے ہین کیونکہ اس یا کے معنے اسم فاعل کے ہوتے ہین -
کاغذی = منسوب بہ کاغذ - کاغذی کی یا - یاے نسبتی ہے - **پیرہن** =
اس لفظ مین باے فارسی کو کسرہ ہے **پیرہن** - یعنے پوشاک و لباس -
پیرایان و پیراہن و پیرہند اس لفظ کے مترادفات ہین - پیرہن اصل مین کرتہ کو

کہتے ہین مولانا ے روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین سے حالیا دل دامنیم برتافتہ است
بوے پیراہانِ یوسفؑ یافتہ است + اور سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین
سے زمصرش بوے پیراہن شنیدی + چرا در چاہ کنعانش ندیدی +
پیرہن سیمابی وپیرہن آبی - اسکے دوسرے مرکبات ہین - پیکر =
بروزنِ قیصر کالبد اور جثہ اور صورت اور تن کو کہتے ہین - یہان عضو
اور جثہ کے معنے ہین اور پیکر بمعنی بت بہی آیا ہے لہذا بُت خانہ کو پیکرستان
بہی کہتے ہین مگر اس شعر مین یہہ معنے مقصود نہین ہین - شوخی بوا و مجہول
طراری و بیباکی اور اس لفظ کا اطلاق اشیاے ذات الحرکت مین ہوتا ہے
محقق کامل ادیب فاضل میرزا ہدایت مرحوم امیر الشعراے پایۂ تخت ایران نے
فرہنگ انجمن آراے ناصری مین اس لفظ کی تحقیق کے متعلق لکہا ہے کہ درمیانِ
عوام شوخی کردن بمعنی ظرافت کردن معروف شدہ و لطیفہ گفتن بمعنی بدو کنایہ گفتن
و ہر دو بخلاف است و شعرا شوخ را بمعنی معشوقِ خوش خُلق شہرت دادہ اند و بغلط
مشہور شدہ شیخ سعدی رح بمعنی اصل ملاحظہ کردہ و گفتہ سے شوخی مکن
ایدوست کہ صاحب نظرانند + بیگانہ و خویش از پس و پیشت نگرانند + شوخ چشم
و شوخ دیدہ معشوقِ بے حیا و طرار - شیخ سعدی رح گفتہ سے پسرے شوخ چشم
و کشتی گیر + شوخ چشمی کہ بگسلد زنجیر + انتہی حاصل یہہ کہ لفظ شوخ بمعنی طرار و
بیباک و دلیر آیا ہے اور یہہ لفظ معشوقون کی صفت مین ہی مستعمل ہوتا ہے
اور اسکے معنے ظریف الطبع اور معشوق خوش خلق کے غلط ہین - اس کے مرکبات
شوخ چشم - اور شوخ دیدہ - اور شوخ رو - اور شوخ زبان - اور شوخ طبع - اور

اور شوخ طبیعت اور شوخ تر از روصحیح اور مستعمل اور مشہور ہین - چونکہ روزمرہ اور بول چال مین اہل لسان واو معروف و مجہول مین کچہہ فرق نہین کرتے لہذا شوخ کو واو معروف کے ساتھہ ہی بولتے ہین اگرچہ وہ اصل مین بواو مجہول ہے - ہندوستان مین شوخی بمعنی خوبی بہی مشہور ہے چنانچہ شیخ ناصر علی سرہندی کہتے ہین ؎ باین شوخی غزل گفتن علی از کس نمی آید ٭ بایران میفرستم تا کہ میگوید جوابش را ٭ چنانچہ تذکرہ گلزار اعظم مین شیخ ناصر علی کے اس شعر کے تحت مین شوخی کے معنے خوبی لکہے ہین مگر اہل لغت نے اس معنی کو نہین لکہا ہے - غالباً یہہ مجازی معنے ہونگے - مرزا غالب مرحوم کے اس مطلع مین ہر اور پیکر کے الفاظ زائد اور حشو قبیح ہین کیونکہ صرف اسقدر کہدینا کہ تصویر کا پیرہن کاغذی ہے ادائی مطلب و اظہار مضمون کے لئے کافی و مکتفی ہے مگر یہہ بہی اشتباہ ہو سکتا ہے کہ یہہ الفاظ تاکید کی غرض سے لائے ہین کاغذین جامہ بمعنی کاغذی پیرہن فارسی مین آیا ہے -

کاو کاو سخت جانی ہائے تنہائی نپوچہہ	صبح کرنا شام کا لانا ہے جوئے شیر کا

یعنے مین شب فراق مین صبح ہونے سے پیشتر مر جاؤنگا - کاو کاو - حاصل بالمصدر ہے کاویدن کا - کاویدن کے معنے ہین کہودنا - کاو کاو یعنے تفحص اور تجسس اور تراشنا اور زمین کہودنا - اصل مین خزانون اور دفینون کی تلاش کو کاوکاو کہتے ہین مگر یہہ لفظ استعمال کے لحاظ سے لفظ عام نہین ہے بلکہ خاص موقع پر بولا جاتا ہے یعنے ناخن سے داغ

یا زخم کے کھودنے اور کریدنے کو کاوکاو کہتے ہین - کاو تنہا امر کا صیغہ ہے
کاویدن سے - اوسکی تکرار سے یعنے کاوکاو کہنے سے حاصل مصدر بنایا گیا ہے
اور کاوش اسکا مترادف لفظ ہے جو کافتن کا حاصل مصدر ہے - مین نے
بعض صاحبون کی زبان سے سنا ہے کہ لفظ کاوکاو پر اعتراض کرتے تہے
اور کہتے تہے کہ یہہ لفظ غیر فصیح ہے اور غزل مین لانے کے قابل نہین ہے
مگر خاکسار یہہ کہتا ہے کہ اس لفظ کی صحت اور فصاحت مین کوئی شک نہین ہے
چنانچہ عرفی شیرازی رح فرماتے ہین سه بے گریہ دوستدار تو آرام گیر نیست
یا کاوکاوِ دیدہ و دل یا گریستن ٭ اور میرزا صائب رح فرماتے ہین سه
از کاوکاوِ آن مژہ ام بے خبر ہنوز ٭ نگرفتہ خون من بزبان نیشتر ہنوز ٭
سخت جان = وہ جاندار ہے جسکی جان اسکے بدن اور قالب سے دیر اور
مشکل کے ساتہہ نکلے - آسانی سے اسکی جان اسکے جسم سے جدا نہو یہہ اسم
صفت ہے از قبیلِ نیک سیرت و جوان بخت و دراز قامت وغیرہ یعنے ایک
اسم صفت اور دوسرے اسم غیر صفت سے مرکب ہے - سخت جانی = اُسکا
اسم ذات ہے بمعنی مصدر یعنی سخت جان ہونا سخت جانی مین جو یا ہے وہ یای مصدری ہے
کیونکہ اس یا کے معنے مصدر کے ہوتے ہین - جب اسم صفت کو اسم ذات
بنایا چاہتے ہین تو اسم صفت کے آخر مین یاے مصدری لگا دیتے ہین -
جیسے نیکی و بدی یعنے نیک ہونا اور بد ہونا اس شعر کے مصرع اول مین پوچہہ کی
جگہہ پرس رکہدیا جائے تو سالم مصرع فارسی ہو جاتا ہے مصرع
کاوکاوِ سخت جانی ہاے تنہائی مپرس -

جذبۂ بے اختیارِ شوق دیکھا چاہیے ۔۔ سینۂ شمشیر سے باہر ہے دم شمشیر کا

سینۂ شمشیر = یعنے صدر شمشیر ۔ شمشیر کی دھار ۔ سینہ شمشیر فارسی کے اہل لسان کی اصطلاح نہیں ہے یہہ ترکیب مرزا صاحب کے اختراعات مین سے ہے اہل لسان دم شمشیر اور دم تیغ اور دم خنجر اور لب تیغ اور دہن تیغ اور روے تیغ کہتے ہین اور اوسکی ضد پشت شمشیر ہے مرزا صائب رح فرماتے ہین ؎ پشت شمشیر سوال از دم بود خونریزتر ＊ خامشی را بدتر از ابرام میدانیم ما
مرزا غالب کے اس شعر کے مضمون سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مرزا نے اس شعر مین شمشیر کو سینہ سے تشبیہ دی ہے اور وجہ شبہ بانکپن اور اکڑنا اور تننا ہے اگر شمشیر کو مشبہ اور سینہ کو مشبہ بہ قرار نہ دین تو معنی شعر مین خلل واقع ہوتا ہے یعنے شمشیر کو شخص ذی روح قرار دینا پڑیگا جو نے لطف اور پُر تصنع بات ہے بلکہ شعر پایۂ بلاغت سے بالکل گر پڑیگا ۔ شعر کا مضمون ظاہر ہے کہ دم شمشیر جو شمشیر سے باہر ہے اسکی وجہ یہہ ہے کہ عاشق جو مشتاق شہادت ہے اس کے جذبۂ بے اختیار شوق نے اسکو تلوار سے باہر کھینچ لیا ہے ۔ شمشیر = مرکب ہے شم اور شیر سے شم بمعنی ناخن اور شیر بمعنی اسد درندہ مشہور چونکہ تلوار کی شکل ناخن شیر سے مشابہت رکھتی ہے لہذا فارسی مین تلوار کو شمشیر کہتے ہین ۔

آگہی دام شنیدن جسقدر چاہے بچھائے ۔۔ مدعا عنقا ہے اپنے عالم تقریر کا

غالباً مرزا نے یہہ شعر اپنے اُن اشعار کی نسبت کہا ہے جو طرز خیال بندی مین

فکر کئے ہین اور طریقۂ بیدل رہ پر کہے ہین کیونکہ جو اشعار صاف ہین اونکا مدعا
تو اظہر من الشمس ہے اور مرزا کے صاف اشعار کی حلاوت و لطافت
اور اُن کی عمدگی اور دلچسپی اور اُن کی شیرینی و تازگی کل اُستادون کے
پاس مقبول اور جمہور کے نزدیک مسلم ہے اور اُنہین صاف اشعار سے
مرزا کی اُستادی کا ڈنکا تمام ہندوستان مین بجا ہوا ہے - مرزا غالب کے
جو اشعار سیدھے سادے اور صاف ہین وہ مرزا رفیع سودا رح اور میر تقی میر رح
کے اعلیٰ اور منتخب اشعار سے کچھہ کم نہین ہین - مرزا نے راستی اور سچائی کی
راہ سے یہہ شعر کہا ہے اور اس شعر مین اپنی خرابی طرز کا آپ ہی اعتراف کیا ہے
اسی کو انصاف کہتے ہین درحقیقت مرزا بیدل اور شیخ ناصر علی اور مرزا جلال
اسیر اور مرزا غالب وغیرہ نے جو اشعار خیال بندی کی روش ناہنجار پر
کہے ہین وہ مہمل اور بے معنی نہین ہین تو کیا ہین - ہر ایک شخص اُنکا ایک
علیحدہ معنی بیان کرتا ہے - بھلا یہہ بھی کوئی جادۂ گفتار ہے - سراسر دردِ سر
و سرمایۂ آزار ہے - ایسا کلام خیالاتِ بنگ کا ہمدم و رازدار ہے - یا بقول
مرزا عنقا کردار ہے - چونکہ اس شعر مین مدعا کو عنقا قرار دیا ہے لہذا شنیدن
کو دام کہا ہے - میرے کی جگہ اپنے تاکید کی غرض سے کہا ہے آگہی =
واقفیت و شناسائی - آگاہی کا مخفف ہے اس شعر مین آگہی کو صیاد اور
شکاری سے تشبیہ دی ہے کیونکہ شنیدن دام اور مدعا عنقا ہے تو ان کیلئے
کوئی شکاری ضرور تھا - مشبہ بہ کو جو صیاد ہے حذف کر دیا ہے اور اسکو علم
بیان مین استعارہ بالکنایہ اور استعارہ مکنی کہتے ہین -

اور دام و عنقا قرینہ ہے اور یہہ استعارہ تخئیلیہ ہے - یعنے قرینہ کو استعارہ تخئیلیہ کہتے ہین - استعارہ بکنّی کا پورا بیان علم بیان مین دیکھنے سے معلوم ہوگا - دام بچھانا = دام گستردن کا ترجمہ ہے مدعا = مطلب عنقا = بالفتح عربی مین سیمرغ کو کہتے ہین اس طائر کی گردن دراز ہوتی ہے بعض لوگ عنقا بالضم کہتے ہین اور یہ غلط ہے اس پرندے کے متعلق قسم قسم کی نقلین مشہور ہین بعض حضرات کہتے ہین کہ اس پرندے کا وجود قدیم زمانہ مین تھا اور اب نہین ہے آدمیون کے بچون کو اُٹھا کر لے جایا کرتا تھا اور یہہ اُسکی غذا تھی لہذا کسی پیغمبر صاحب کی بد دعا سے کوہ قاف مین محصور اور بند ہوگیا بعض حضرات کہتے ہین کہ اسکا وجود فرضی ہے کیونکہ کسی نے اسکو نہین دیکھا ہے بہرحال ہما کیطرح عنقا بھی ایشیا کی شاعری کا جزو اعظم ہے اور یہان کے شعرا نے اُسکے متعلق بہت سے شاعرانہ مضمون پیدا کئے ہین -

بسکہ ہون غالب اسیری مین بھی آتش زیر پا	موئے آتش دیدہ ہے حلقہ مری زنجیر کا

مطلب یہہ ہے کہ میرے پاؤن مین زنجیر نہین ہی - حالانکہ میرے پاؤن مین زنجیر پہنا دیجاتی ہے مگر اُسکے حلقے میری آتش عشق سے موئے آتش دیدہ کیطرح جلجاتے ہین اور مین سراپا آزاد اور غیر مقید بنجاتا ہون - مرزا نے اس مضمون کو دوسری جگہ اسطرح بیان فرمایا ہے ؎ مانع دشت نوردی کوئی تدبیر نہین ٭ ایک چکر ہے مرے پاؤن مین زنجیر نہین ٭ غالب = منادی

یعنے اے غالب **موی** = بال - **آتش دیدہ** = آگ دیکھا ہوا - یعنے وہ شے جسکو آگ لگی ہے - آتش دیدہ اسم صفت مرکب ہے جو دو اسمون سے مرکب ہوا ہے ایک تو اسم ذات یعنے آتش اور دوسرا اسم مفعول یعنے دیدہ - **اسیری** = قید - **آتش زیرپا** = اسکے مجازی معنے ہین مضطرب و بیتاب مگر یہان مجازی معنے مراد نہین ہین بلکہ حقیقی معنون کو اختیار رکہنا چاہیئے تا کہ شعر کے معنی مین خلل واقع نہو - **بسکہ** = بسکہ اور از بسکہ اور بس اور از بس یہہ چارون لفظ مترادف ہین اور کثرت اور افراط و فراوانی و بہتات کے معنون مین آتے ہین - بسکہ اور از بسکہ اور از بس اردو زبان مین مستعمل ہین مگر بس بمعنئ افراط و کثرت صرف فارسی مین آتا ہے نہ اردو مین - اور ان لفظون مین کاف کا حذف کر دینا جائز ہے اور کبہی حرف از کو بہی حذف کر دیتے ہین - بسکہ یعنے کثرت سے اور افراط سے اور از حدکہ - یہان یہہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ از بسکہ اور بسکہ مین جو کاف ہے یہہ کس قسم کا کاف ہے اسکا جواب یہہ ہے کہ کاف زائد ہے اور یہہ کاف کاف صلہ اور کاف بیان بہی ہو سکتا ہے اسمین از سببا ور تعلیل کے لئے آتا ہے - بس کے معنے ہین بہت اور کافی اور خاموش یعنے خاموش ہو بصیغۂ امر - عسجدی رح نے آتش زرستان کی صفت مین کہا ہے ؎ بس کس کہ ز زردشت بگردید وکنون باز ✣ ناچار کند روے سوی قبلۂ زردشت ✣ **بس کس** - یعنے بہت لوگ بہت سے اشخاص حکیم سنائی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہین ؎ اول و آخر قرآن زچہ با آمد و سین ✣ یعنے اندر رہ دین رہبر تو قرآن بس ✣ بس یعنے

کافی و مکتفی و کفایت کنندہ - کسی کا فارسی شعر ہے ؎ رو روکہ شکایت تو ناگفتہ بہ است * بس بس کہ حکایت تو شنفتہ نکوست - بس بس یعنے خاموش ہو خاموش ہو - بسند اسکا مترادف ہے -

جراحت تحفہ الماس ارمغان داغ جگر ہدیہ	مبارکباد اسد غمخوار جان دردمند آیا

تحفہ اور ارمغان اور ہدیہ یہہ تینون لفظ مترادف ہین - تحفہ اور ہدیہ عربی الفاظ ہین اور ارمغان فارسی کا لفظ ہے - شاعر نے جراحت اور الماس اور داغ جگر کو تحفے قرار دئے ہین اور ان تحفون کو جان دردمند کے غمخوار اور غمگسار مقرر کئے ہین - مطلب یہہ ہے کہ جو جو مصائب اور تکالیف ہم پر پڑتے ہین ہم اُن کی برداشت کرتے ہین اور ہمت نہین ہارتے بلکہ اون تکلیفون اور مصیبتون کو آرام و راحت خیال کرتے ہین اور اسی واسطے اُن کو غمخوار جانتے ہین اور اُن کی آمد پر مبارک دیتے ہین - ابن نصوح شیرازی رح کہتا ہے رباعی با فاقہ و فقر ہمنشینم کردی * بے مونس و بے یار و قرینم کردی * این مرتبۂ مقربان درتست * آیا بچہ خدمت این چنینم کردی * دوسرے معنے یہہ ہین کہ جراحت اور الماس اور داغ جگر مہلک اور جان ستان چیزین ہین - ہمکو یہہ چیزین ملی ہین اب ہم مرجائین گے اور ہم کو مصائب سے نجات حاصل ہوگی چونکہ ہم زندگی مین مبتلائے آفات ہین - لہذا ان چیزون کے آنے سے خوش ہوتے ہین اور مبارکباد دیتے ہین کہ اب مرجانے سے دنیا کے جھگڑون اور زحمتون سے نجات حاصل ہوگی

غمخوار آیا = یعنے ہدیہ غمخوار ہے - ہدیہ غمخوار آیا - آیا کی جگہ آمد رکھدیجئے
تو سالم شعر فارسی بنجاتا ہے - ؎ جراحت تحفہ الماس ارمغان داغ جگر
ہدیہ - مبارک باد اسد غمخوار جان دردمند آمد -

جز قیس اور کوئی نہ آیا بروی کار | صحرا مگر بہ تنگی چشم حسود تھا

قیس = مجنون عامری کا نام ہے جو قبیلہ بنی عامر کے ایک رئیس کا بیٹا تہا -
لیلاے عامری پر عاشق تہا اور اوس کے عشق مین ۸۰ سنہ ہجری مین انتقال کیا
کہتے ہین کہ لیلیٰ بہی اوس پر عاشق تھی - اور = دوسرا - دیگر - بروی
کار آنا = بروی کار آمدن کا ترجمہ ہے - بروی کار آمدن یعنے میدان
مین آنا - رونق پذیر ہونا - مشہور ہونا - ظاہر ہونا - آشکار ہونا - میرزا
صائب رح فرماتے ہین ؎ یاقوت آبدار تو آورد عاقبت + خطی بروی
کار کہ ریحان بگرد رفت + خط را بروے کار آورد یعنے خط کو ظاہر کر دیا -
بہ = بای تشبیہ بمعنیٰ مانند - بہ تنگی چشم حسود یعنے مانند تنگی چشم حسود -
حسود = بفتح اول وضم ثانی بروزن فعول بدخواہ اور بہت حسد کرنیوالیکو
کہتے ہین - تھا کی جگہ بود لکھدیجئے تو مصرع فارسی ہوجاتا ہے مصرع
صحرا مگر بہ تنگی چشم حسود بود + مین نے ذرا سے تغیر وتبدل مین اس
شعر کو پورا فارسی بنادیا ہے - ؎ جز قیس ہیچ مرد نیامد بروی کار
صحرا مگر بہ تنگی چشم حسود بود +

آشفتگی نے نقش سویدا کیا درست | ظاہر ہوا کہ داغ کا سرمایہ دود تھا

نقش درست کرنا = یعنے نقش بنانا - نقش تیار کرنا - یہہ محاورہ فارسی یعنے نقش درست کردن کا ترجمہ ہے - سویدا = کالا نقطہ جو دل پر ہوتا ہے - ترکیب نحوی مین نقش سویدا مفعول بہ ہے یعنے آشفتگی نے نقش سویدا کو بنایا پریشانی اور آشفتگی یہہ دونو لفظ مترادف ہین اور فارسی مین آشفتگی بمعنی پریشانی کثرت سے مستعمل ہے چنانچہ میرزا صائب رح فرماتے ہین

ع آشفتگی زعقل پذیرد دماغ ما ✤ فانوس گرد باد شود بر چراغ ما ✤

اور مولانا ظہوری رح فرماتے ہین ع واعظ چہ کنی دستہ حدیث گل و سنبل ✤ برخیز کہ آشفتہ دماغ است دل ما - اور آشفتہ جس سے لفظ آشفتگی بنا ہے اردو مین بھی بمعنی پریشان کثرت سے آیا ہے چنانچہ ع وبال آشفتہ حالون کی پریشانی کا پڑتا ہے ✤ جو کنگہی کو سواد زلف مین تشبیہ کرتے ہین اور راقم الحروف کا شعر ہے ع نسیم صبح اس کا کل فشانی سے ہے آشفتہ ✤ ذرا کہنا وہ بو اسے نافہ تاتار کیسی ہے ✤ فرہنگ انجمن آرائے ناصری مین لکہتے ہین کہ آشفتہ بروزن آلفتہ بمعنی بہم برآمدہ و پریشان - اور لغت بہار عجم مین لکہا ہے کہ آشفتگی - پریشانی و شوریدگی و با لفظ کشیدن و پذیرفتن بصلہ از مستعمل - پس بعض اصحاب جو یہہ کہتے ہین کہ آشفتگی بمعنی پریشانی نہین آیا یہہ قول انکا غلط ہے - داغ = یعنے وہی داغ سویدا جو مصرع اول مین آیا ہے - اصل مین یہہ شعر اسطرح ہے

ع آشفتگی نے داغ سویدا کیا درست ✤ ظاہر ہوا کہ داغ کا سرمایہ دود تھا - مگر چونکہ اس موقع پر تکرار لفظی معیوب ہے لہذا داغ سویدا کی جگہہ مین

نقش سویدا کہا ہے۔ مصرع ثانی میں داغ سے مراد داغ سویدا ہے جو ابھی مذکور ہوا ہے۔ لفظ داغ کے معنی ہین دھبا اور نشان اور زخم اور غم وغیرہ۔ اردو والون نے داغ کو نا یعنے علامت مصدر لگا کر داغنا مصدر بنا لیا ہے اور اسکے معنے ہین فیر کرنا اور توپ یا بندوق چھوڑنا لہذا داغ بصیغہ واحد امر حاضر بھی آیا ہی مگر فارسی مین داغیدن کوئی مصدر نہین ہے۔ داغ فارسی زبان کا لفظ ہے اور یہہ بھی لفظ ہے جسکو ہندی مین داگ بکاف فارسی کہتے ہین داک کے معنی جلانے اور سوختن کے ہین۔ داغ اُٹھانا اور داغ دینا اور داغ کھانا اور داغ لگنا لفظ داغ کے مرکبات ہین۔ **دود** = دہوان **سرمایہ** = متاع اور پونجی۔ مرزا کے اس شعر کا مطلب یہہ ہے کہ سویدا جو سیاہ رنگ ہوتا ہے وہ دود غم سے بنایا گیا ہی اور اسی واسطے ہر انسان کا بلکہ ہر جاندار کا دل دنیا مین غم و اندوہ سے خالی نہین ہے۔ ہر شخص کا دل کسی نہ کسی وقت مبتلائے غم ہونا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ سویدا کا سرمایہ غم کا دہوان ہے۔ ظاہر ہے کہ دہوان بھی سیاہ رنگ ہوتا ہے اور سویدا بھی سیاہ ہوتا ہے اور غم کا تعلق دل کے ساتھہ ہے اور سویدا دل پر ہوتا ہے لہذا مرزا نے یہان سے یہہ مضمون نکالا کہ دلون کا آشفتہ و پریشان و غمزدہ ہونا اس بات کو بتا رہا ہے کہ سویدا کا سرمایہ دودِ آشفتگی اور دودِ پریشانی یا دودِ غم ہے جسکی وجہ سے دلون کا آشفتہ و پریشان ہونا ضروری اور لازمی امر ہے۔

تھا خواب مین خیال کو تجھہ سے معاملہ	جب آنکھہ کھل گئی نہ زیان تھا نہ سود تھا

خواب و خیال صنعت مراعات النظیر ہے اور زیان و سود صنعت تضاد ہے جسکو صنعت طباق بھی کہتے ہین - آنکھہ کہل جانا = یعنے جاگنا اور بیدار ہو جانا - شعر صاف ہے اور اُسکا مضمون ظاہر ہے -

پڑہتا ہون مکتب غم دل مین سبق ہنوز	لیکن یہی کہ رفت گیا اور بود تہا

یعنے مکتب غم دل مین ہنوز مبتدی ہون - آیندہ بڑے بڑے غم و اندوہ اس عاشقی مین طے کرنے کے ہین - رفت گیا اور بود تھا یہ ابتدائی چیزین ہین جیسے مبتدی اطفال الفاظ یاد کیا کرتے ہین -

ڈہانپا کفن نے داغ عیوب برہنگی	مین ورنہ ہر لباس مین ننگ وجود تہا

داغ = دہبا - عیوب = عیب کی جمع ہے - برہنگی = ننگاپن - ننگ شرم و عار - وجود = ہستی و زندگی - شعر صاف ہے یعنے میرے مرجانے سے میرے عیوب برہنگی پوشیدہ و مخفی ہو گئے - کفن نے یعنے موت و مرگ نے کیونکہ مردہ کو کفن پہناتے ہین لہذا کفن سے موت کا استعارہ کیا ہے کفن نے مین دونون کے ایک جگہ جمع ہو جانے سے ثقل اور تنافر پیدا ہو گیا ہے -

تیشے بغیر مر نسکا کوہکن اسد	سرگشتۂ خمار رسوم و قیود تہا

تیشے بغیر = یعنے بغیر تیشے کے - کوہکن = فرہاد کا لقب ہے جو شیرین کا عاشق تہا - رسوم = رسم کی جمع ہے - قیود = قید کی جمع ہے - تیشہ

بسولا۔ مصرع ثانی مین تھاکی جگہہ بود لکھدیا جاسے توسالم مصرع فارسی کا ہوجاتا ہے
مصرع سرگشتۂ خمارِ رسوم وقیود بُود + سرگشتہ = حیران و پریشان۔
چونکہ خمار کا اثر دماغ پر زیادہ تر ہوتا ہے لہذا سر کا لفظ مناسب خمار ہے۔

دل کہان کہ گم کیجے ہم نے مدعا پایا		کہتے ہو نہ دینگے ہم دل اگر پڑا پایا

دل کہان الخ = یعنے ہم نے دل کے عوض مین مدعا و آرزو و تمناے معشوق پائی ہے۔ ہمارے سینہ مین دل نہین ہے بلکہ تمناے معشوق ہے۔
کہتے ہو کا مخاطب معشوق ہے۔

آہ بے اثر دیکھی نالہ نارسا پایا		دوستدار دشمن ہے اعتماد دل معلوم

جو دوست تھا وہ دشمن ہے اور دل جس پر بھروسا تھا وہ بے اعتبار ہے اور آہ بے اثر ہے اور نالہ نارسا ہے یعنے ہماری یہہ حالت ہے اور ہم ان مصائب مین مبتلا ہین جیسے خواجہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین
؎ شب تاریک و بیم موج و گرداب چنین ہائل + کجا دانند حال ما سبکباران ساحل ہا + اور مرزا نے فارسی دیوان مین کہا ہے ؎
ہوا مخالف و شب تار و بحر طوفان خیز + گسستہ لنگر کشتی و ناخدا خفتہ است
اس شعر کے دوسرے معنے یہہ ہین کہ آہ و نالہ جو پہلے اثر اور رسائی کے لحاظ سے دوستدار تھے اب بسبب بے اثری و نارسائی کے دشمن ہین چونکہ آہ و نالہ کا تعلق دل کے ساتھہ ہے لہذا دل پر بھروسا نکیا چاہئے

کیونکہ دل کبھی دوست بنجاتا ہے اور کبھی دشمن ہو جاتا ہے ۔ دوست و دشمن
صنعت تضاد ہے جس کے دوسرے نام صنعت طباق اور صنعت مطابقہ
ہین ۔ دوستدار کو بلا اضافت پڑہنا چاہیئے کیونکہ اس بیت مین تقابل پایا جاتا
ہے یعنے مرزا نے مصرع ثانی مین دو چیزین بیان کی ہین ۔ ایک چیز آہ اور
دوسری نالہ ۔ اُن کے تقابل مین بلحاظ ترتیب مصرع اول مین دوستدار
اور اعتمادِ دل دو چیزین مطلوب ہین ۔ دوستدار کو باضافت پڑہین تو دل
اوسکا بتدا ہو گا ۔ اس حالت مین مصرع اول مین ایک ہی اسم مذکور ہوا اور
تقابل کا لطف جاتا رہا ۔ درحقیقت یہہ مضمون خواجہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ
کا ہے ۔ خواجہ رح فرماتے ہین ؎ شب تاریک بیم موج و گردابے چنین ہائل
کجا دانند حال ما سبکساران ساحلہا ۔ لیکن خواجہ کے شعر مین (حال ما)
ایسا لفظ ہے کہ جس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ خواجہ آپ بیتی فرمارہے ہین
جگ بیتی یا پربیتی کی ٹھیک نہین ۔ کیونکہ اسمین وہ کیفیت نہین جو خاص اپنے
دل اور دماغ اور طبیعت مین پیدا ہوتی ہے ۔ معلوم = فارسی کا محاورہ
ہے بمعنی نیست اسکے معنی یہہ ہین کہ نہین ہے چنانچہ حیدری تبریزی
کہتا ہے رباعی درکشورِ ہند شادی و غم معلوم ✤ آنجا دل شاد و جان
خرم معلوم ✤ جائیکہ بیک روپیہ آدم نخرند ✤ آدم معلوم و قدرِ آدم معلوم
یعنے کشورِ ہندوستان مین شادی اور غم نہین ہے اور وہان دل شاد
اور جان خرم نہین ہے اور آدمی نہین اور قدر آدمی کی نہین ۔

حسن کو تغافل مین جراءت آزما پایا	سادگی و پرکاری بیخودی و ہشیاری

یعنے سادگی کے لئے پرکاری اور بیخودی کے لئے ہشیاری لازم ہے۔ کیونکہ حسن جو سادہ اور بیخود ہے عین تغافل مین جرات آزمائی کر رہا ہے جو پرکار اور ہوشیار کا کام ہے یعنے معشوقان حسین سادہ پرکار اور مست ہشیار ہین ان کو سادہ و مست نکہیے بلکہ پرکار و ہوشیار کہنا چاہیئے کیونکہ اگر سادہ اور مست ہوتے تو جرات آزمائی نکرتے۔ یہان تغافل سے مراد سادگی اور بیخودی ہے۔ تغافل مین یعنے سادگی و بیخودی مین کیونکہ جو شخص سادہ و بیخود ہوگا وہ ضرور غافل ہوگا۔ سادہ حسن کے صفات مین سے ہے مگر بیخود حسن کی صفت میرے دیکہنے مین نہین آئی۔ اگر بیخودی کے معنی حیرت لئے جائین تو بہی حسن کی صفت حیران نہین ہو سکتی۔ یہہ الفاظ یعنے حسن حیران و حسن بیخود استادون کے کلام مین نہین دیکہے گئے۔ **پرکاری** = یعنے عیّاری و طرّاری و مکّاری۔ **بیخودی** = یعنے مدہوشی و حیرت سادگی و پرکاری اور بیخودی و ہشیاری مین واو ملازمہ کا ہے اور سادگی و پرکاری اور بے خودی و ہشیاری صنعت تضاد ہے۔ یہہ طرز گفتار فصحا کے پاس معیوب اور نہایت بدنما ہے کیونکہ صرف الفاظ بطور اشارہ رکہدئے ہین مقصود قائل مین بے انتہا تعقید ہے۔ نمعلوم مرزا صاحب کیا کہنا چاہتے تہے اور کیا کہہ گئے۔ اس شعر کا پہلا مصرع پورا فارسی ہے مصرع سادگی و پرکاری بیخودی و ہشیاری ؂

غنچہ پہر لگا کہلنے آج ہمنے اپنا دل	خون کیا ہوا دیکہا گم کیا ہوا پایا

غنچے اور دل مین تشبیہ تامہ اور تشبیہ حسی ہے اور اسی تشبیہ کیوجہ سے مرزا صاحب نے
یہہ عمدہ مضمون پیدا کیا ہے **غنچہ** = گل ناشگفتہ کو کہتے ہین - بعض اہل تحقیق
لکہتے ہین کہ غنچہ اصل مین گنجہ ہے اور مصدر گنجیدن سے بنایا گیا ہے کیونکہ
غنچہ مین گنجیدگی اور گرد آوری ہوتی ہے - اور لہذا غنچہ بجیم عربی صحیح ہے
نہ بجیم فارسی - اگرچہ یہہ تحقیق قرین قیاس ہے اور معقول معلوم ہوتی ہے
مگر غنچہ بجیم فارسی کہنا چاہئے کیونکہ یہہ لفظ اسیطرح گوش آشنا اور مشہور
ہوگیا ہے - غنچہ بجیم عربی رکیک اور غیر فصیح ہے - معلوم ہوتا ہے کہ اہل
فصاحت نے اس لفظ مین گاف کی جگہ عین معجمہ اور جیم عربی کی جگہ جیم فارسی کو فصاحت
کے لئے اختیار کیا ہے -

حال دل نہین معلوم لیکن اسقدر یعنی — ہمنے بارہا ڈہونڈہا تمنے بارہا پایا

یعنے اے معشوق ہمارا دل تمہارے پاس ہے ہمارا دل ہمارے پاس نہین
ہے - بلکہ تمہارے نزدیک ہے کیونکہ تمنے اسکو بارہا حاصل کیا ہے - اس
شعر مین یعنے حشو قبیح ہے -

شور پند ناصح نے زخم پر نمک چہڑکا — آپ سے کوئی پوچہے تمنے کیا مزا پایا

یعنے شور پند ناصح سے ہمارا زخم عشق بڑہ گیا - جیسے زخم پر نمک چہڑکنے سے
سوزش بڑہجاتی ہے مگر ناصح کا کوئی فایدہ نہوا لہذا ناصح نے فضول گوئی کی -
یہہ رندانہ مضمون ہے - اس غزل کا وزن فاعلن مفاعیلن فاعلن مفاعیلن ہے

اس بحر کا نام بحر ہزج مثمن اشتر ہے۔یہان زخم کے حقیقی معنے جراحت مراد نہین ہین بلکہ مجازی معنے عشق و عاشقی اور اُسکی آوارگی مراد ہین۔آپ سے یعنے ناصح سے یہان شور کے معنے غوغا و آشوب کے ہین اور چیز پر نمک و نمکین کو بھی شور کہتے ہین اگرچہ یہہ اخیر کے معنے اس شعر مین مقصود و مطلوب نہین ہین مگر لفظِ نمک کے ساتھہ تناسب و مناسبت رکھتے ہین لہذا لفظ شور سے اس شعر مین صنعتِ ایہام التناسب پیدا ہو گئی اور چونکہ بے تکلف اور بلا تصنع واقع ہوی ہے لہذا نہایت دلچسپ اور پسندیدہ ہے۔صنعت ایہام التناسب کی تعریف یہی ہے کہ معنیٔ غیر مقصود کسی دوسرے لفظ کے ساتھہ جو کلام کے اندر آیا ہے تناسب کہے۔اس شعر کا حاصل یہہ ہے کہ ناصحون کی نصیحت سے ہمارا عشق کم ہونیکے عوض زیادہ ہو جاتا ہے مرزا نے اس مضمون کو تمثیل مین بیان کیا ہے۔عاشقون کی عادت ہے کہ نصیحت سننے سے نفرت ظاہر کرتے ہین۔

دل مرا سوزِ نہان سے بے محابا جل گیا	آتشِ خاموش کے مانند گویا جل گیا

سوزِ نہان = سوزِ اندرونی جو آتشِ عشق کیوجہ سے تہا۔بے محابا بے ہراس و بلا اندیشہ خاموش و گویا صنعتِ تضاد ہے مگر یہان گویا اداتِ تشبیہ مین سے ہے۔

دل مین ذوقِ وصل و یادِ یار تک باقی نہین	آگ اس گھر مین لگی ایسی کہ جو تھا جل گیا

یعنی عشق و عاشقی کی آگ ایسی لگی کہ خانۂ دلین جو کچھہ اثاثہ تھا وہ سب
جل گیا تا بحدیکہ ذوق وصل اور یاد یار جو نہایت مرغوب و مطلوب چیزین تھین
وہ بھی جلکر راکھہ ہوگئین - یہان آگ سے آتش عشق مراد ہے - عشق و
عاشقی کے نتایج اکثر ایسے ہی برے ہوا کرتے ہین چنانچہ مجنون اور فرہاد
جو دونو عاشق تھے اُن کے قصے مشہور ہین اُن دونون عاشقون کا
انجام مرگ اور ہلاکت ہوا نظیری نیشاپوری رح فرماتے ہین ؏
عشق است طلسمی است کہ در و بام ندارد + آن کس کہ ازو یافت نشان نام
ندارد - وله ؏ عشق کامل نیست تا در بند مال و سکنی + آزمان آتش علم
گردد کہ سوزد خانہ را + مرزا غالب کا یہہ شعر صاف اور نہایت عمدہ ہے -

ہین عدم سے بھی پرے ہون ورنہ غافل بارہا	میری آہ آتشین سے بال عنقا جل گیا

مصنف صاحب نے اس شعر مین لفظ ہوتا کو جو جل گیا کے بعد آنا چاہئے تھا
محذوف کر دیا ہے تا کہ شعر مین تعقید معنوی پیدا ہو جاے اور شعرا ہی طرز
اور جادۂ خیال بندی پر پوری طرح سے آجاے مطلب یہہ ہے کہ مین
عنقا سے بڑھکر غائب اور عنقا سے بڑھکر مشہور ہون - یہہ بات مشہور ہے
کہ عنقا کا مقام کوہ قاف ہے مگر یہہ بات بھی معلوم ہے کہ آج تک عنقا کو
کسی نے نہین دیکھا صرف اس پرندے کا نام سنتے ہین اور فارسی کے
شعرا عنقا کو شہرت کے ساتھہ باندھتے ہین - اب شاعر یہہ کہتا ہے کہ اگر
مین ملک عدم مین ہوتا تو اسکا نتیجہ یہہ ہوتا کہ میری آہ آتشین سے بال عنقا

جلجاتا یعنے عنقا کی جگہ صرف میری شہرت باقی رہجاتی اور کوئی عنقا کا نام
نہین لیتا مگر چونکہ مین ملک عدم سے بھی پرے ہون یعنے ملک عدم کو
طے کرکے کچھہ اُس سے آگے بڑھگیا ہون لہذا میری شہرت اور میرا نام
عنقا کی شہرت اور عنقا کے نام سے بڑھکر مشہور ہے دوسرے معنے
میری آہ آتشین ایسی تیز و تند ہے کہ اگر مین عدم سے پرے نہوتا
تو میری آہ سے بال عنقا جلجاتا یا جل گیا ہوتا - تیسرے معنی
اے غافل میری آہ آتشین ایسی تیز و تند ہے کہ اُس سے بارہا بال عنقا
جل گیا اور اب جو بال عنقا اُس سے نہین جلتا ہے تو اُسکی وجہ یہہ ہے
کہ اب مین عدم سے بھی پرے ہون لہذا بال عنقا کو میری آہ آتشین نہین
جلاسکتی مرزا لطف علی اصفہانی آذر تخلص جو ایران کا مشہور تذکرہ نویس
اور نامور شاعر ہے اپنے تذکرۂ آتشکدہ مین شیخ ناصر علی سرہندی کے
حال مین لکھتا ہے کہ **از کثرت استعارات از مثنوی او مطلبی
مشخص نمیشود** - میری رائے مین کل خیال بند شاعرون کا کلام ایسا ہی ہے
اور مرزا کا یہہ شعر بھی ازان قبیل ہے - مرزا نے کتاب عود ہندی مین
جو خطوط مولوی عبد الرزاق شاکر کے نام لکھے ہین اُنمین سے ایک
مکتوب مین لکھتے ہین کہ " قبلہ ابتدای فکر سخن مین بیدل و اسیر و شوکت
کی طرز پر ریختہ لکھتا تھا چنانچہ ایک غزل کا مقطع یہہ تھا ہ طرز بیدل
مین ریختہ لکھنا * اسد اللہ خان قیامت ہے * ۱۵ برس کی عمر سے ۲۵
برس کی عمر تک مضامین خیالی لکھا کیا دس برس مین بڑا دیوان جمع ہو گیا

آخر جب تمیز آئی تو اُس دیوان کو دور کیا اوراق یکقلم چاک کئے دس پندرہ
شعر واسطے نمونہ کے دیوانِ حال مین رہنے دئے تمت کلامہ - غالباً
یہہ شعر بھی اُنہین اشعار مین سے ہوگا - شاعر نے اس شعر مین اپنے زیادہ تر
غائب اور زیادہ تر شہود ہونے مین مبالغہ و اغراق کیا ہے جیسا کہ
ایک دوسری جگہ مبالغہ اور اغراق کی راہ سے کہا ہے ؎ منظر
اک بلندی پر اور ہم بنا سکتے ۔ عرش سے اُدہر ہوتا کاشکے مکان اپنا
یہہ شعر جو زیر شرح ہے اصل مین اسطرح ہونا چاہئے تھا جسطرح یہان
نثر مین بتایا جاتا ہے مین عدم سے بھی پرے ہون وگرنہ اے
غافل بارہا میری آہِ آتشین سے بالِ عنقا جل گیا ہوتا یا جلجاتا -

اِس چراغان کا کرون کیا کارفرما جل گیا	دل نہین تجھکو دکھاتا ورنہ داغونکی بہار

کار[2] فرما = یعنے صاحب و[3] امر - فارسی مین ضرب المثل ہے[4] کارکن را
کارفرما بر سرِ کار آورد - مرزا کا ذہن اس ضرب المثل سے اس شاعرانہ
مضمون کیطرف منتقل ہوا ہے - فرماتے ہین کہ میرا دل جو کارفرما تھا وہ تو
جل گیا - اب رہگیا مین تہا جو کارکن ہون - جب کارفرما نہین رہا تو
کارکن کیا کر سکتا ہے - مین کیا کرون مجبور ہون معذور ہون -
داغون کی بہار جو دل کی کارفرمائی سے تہی مین نہین دکھا سکتا -
اگر دل ہوتا تو تجھکو یہہ بہار دکھاتا - **چراغان** = یہان چراغ کی
جمع نہین ہے بلکہ ایک قسم کی تعذیب کا نام ہے اور وہ تعذیب

اسطرح ہوتی ہے کہ مجرم کے سر مین کئی زخم کر دیتے ہین اور ہر ایک
زخم مین ایک فتیلہ رکھکر روشن کر دیتے ہین جس سے سر جلتا ہے اور
مجرم کو نہایت ایذا پہونچتی ہے - درحقیقت یہہ تعذیب نہایت درجہ
کی وحشیانہ ہے - یہہ شعر اسطرح ہوتا تو زیادہ تر صاف اور اچھا ہوتا
ہے دل اگر ہوتا دکھاتا تجھکو داغون کی بہار ؛ ان چراغون کا
کرون کیا کار فرما جل گیا ؛ مگر مرزا کی طبیعت نے جو دقت پسند ہے
چراغون کی جگہہ لفظ چراغان جو ایک غیر مشہور لفظ ہے اختیار کیا ہے
تاکہ کلام کے اندر دقت پیدا ہو جاے اور اُسکو ہر شخص نہ سمجھے - مین نے
جس عنوان سے اس شعر کو کسیقدر بدل دیا ہے اسمین سلاست اور
سہل پسندی کا انداز ہے - مرزا صاحب کا یہہ شعر غلط نہین ہے جو تغیر و
تبدل کا محتاج ہو - اس تغیر و تبدل سے میری غرض یہہ تہی کہ موقع پر
دقت پسندی اور سلاست پسندی کا فرق پبلک پر ظاہر کرون اور
جہان جہان موقع ملیگا یہہ فرق انشاء اللہ ظاہر کرونگا - اسلیے
کہ دیکھنے والے ضرور یہہ بات کہین گے کہ اس شعر کو کاہیکو بدلا اور کیا
سبب اسمین تغیر و تبدل کیا لہذا مین نے اپنا عندیہ ظاہر کرنا مناسب
سمجہا ورنہ یہہ تخفف ہے وگرنہ کا -

دیکھکر طرز تپاک اہل دنیا جل گیا	مین ہون اور افسردگی کی آرزو غالب کہ دل

یعنی اے غالب مین اس شعر کا مصداق ہون ؎ کفر است در طریقۂ ما

کینہ داشتن * آئین ما ست سینہ چو آئینہ داشتن ۔ میرے دل مین کینہ اور عداوت نہین ہے اور اگر کبھی کچھہ عداوت ہوتی بھی ہے تو مین ظاہر کر دیتا ہون اپنے دل مین چھپا کر نہین رکھتا ۔ مین صاف باطن اور پاکدل ہون جیسے کہ دینداروں کا طریقہ ہے مرزا نے ایک دوسری جگہہ کہا ہے

جی مین ہی کچھہ نہین ہے ہمارے وگرنہ ہم * سر جاے یا رہے نہ رہین پر کہے بغیر ۔ مگر مین نے جب دنیاداروں کو دیکھا تو اُن کو ان آیتوں کے مطابق پایا وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِهِمْ قَالُوْا اِنَّا مَعَکُمْ ظاہر مین تو ہنس ہنس کر ملتے ہین اور خندہ روئی و کشادہ پیشانی سے پیش آتے ہین مگر باطن مین گوشت کے بھوکے اور لہو کے پیاسے ہین اور دل مین سخت کینہ و عداوت رکھتے ہین اور مخفی طور سے نقصان پہونچانے مین مشغول و مصروف ہین ۔ جب مین نے دنیاداروں کی دورنگی اور دوروئی دیکھی تو میرا دل اُن کے برے اخلاق سے افسردہ ہو گیا اور مجکو رنج ہوا بلکہ میرا دل جل گیا ۔ یہہ شعر علم اخلاق کے متعلق ہے اور قائل نے اسمین اخلاق حمیدہ کو اختیار کرنیکی ترغیب و تحریص دی ہے اور ایسے ہی اشعار اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِکْمَۃً کے مصداق ہوتے ہین ۔ مطلب یہہ کہ آدمی کو چاہیے کہ اپنا ظاہر و باطن یکسان رکھے ۔ **مین ہون اور افسردگی کی آرزو** یعنے میرے لیے افسردگی کی آرزو لازم ہے ۔ اور ملازمہ کا ہے ۔ **تپاک** = محبت کے جوش و خروش کو کہتے ہین ۔ **طرز** = یعنے طریقہ اور طور اور وضع ۔

اہل = یہہ لفظ واحد اور جمع کے معنون مین بھی مستعمل ہوتا ہے اور
اس لفظ کی یہہ خاصیت ہے کہ دونون طرح یعنے مفرد اور جمع آتا ہے
مگر اکثر جمع کے معنون مین آتا ہے جیسے اہلِ حرفہ اور اہلِ قلم اور اہلِ ذمّہ
اور اہلِ کتاب وغیرہ یہہ لفظ حقیقت مین واحد ہے اور اہالی اسکی جمع
آتی ہے اور فارسی مین اہالیان اسکی جمع الجمع ہے - واحد کی مثال
بہارِ عجم مین لکھتا ہے - شعر بادشاہ امر کرد کہ خیمہ بسرعت مہیا سازند
عملۂ فراشخانہ خیمہ دوزان بسیارے فراہم آوردند یالان دوزے
ہم دران مجمع حاضر شد پرسیدندش کیستی گفت من اہلِ نخیمہ ام -
واحد کی دوسری مثال اہلِ زبان ہے یعنے صاحب زبان جو مشہور
لفظ ہے غالب منادیٰ یعنے اے غالب - کہ = کاف تعلیل ہے
کیونکہ اس کے معنے ہین - دل فاعل اور جل گیا فعل لازمی ہے -

قیس تصویر کے پردہ مین بھی عریان نکلا	شوق ہر رنگ رقیب سر و سامان نکلا

مرزا صاحب نے عود ہندی مین جو رقعات مولوی عبدالرزاق شاکر کے نام
لکھے ہین اُنمین سے ایک رقعہ مین اس شعر کے معنے اسطرح تحریر فرماتے ہین
شوق ہر رنگ الخ رقیب بمعنی مخالف یعنے شوق سر و سامان کا دشمن ہے۔
دلیل یہہ کہ قیس جو زندگی مین ننگا پڑا پھرتا تھا تصویر کے پردہ مین بھی
ننگا ہی رہا لطف یہہ ہے کہ مجنون کی تصویر باتنِ عریان ہی کھینچی ہے بھی
جہان کھینچی ہے انتہیٰ کلامہ - اس شعر کے معنے بیان کرنے کی یہہ جہ ہوئی

کہ مرزا کے معاصرون نے اس شعر کو اور مرزا کے اور بعض اشعار کو مہمل و
بے معنی قرار دیا تھا چنانچہ مرزا نے رقعہ کی ابتدا ان الفاظ کے ساتھہ
کی ہے کہ قبلہ پہلے معنی ابیات بے معنی سنئے فقط - لفظ رقیب کے
کئی معنے ہین مگر اس شعر مین رقیب بمعنی دشمن و مخالف ہی آیا ہے مرزا صاحب
کا یہہ بیان کہ مجنون کی تصویر باتن عریان ہی کہنچتی ہے محل تامل ہے
کیونکہ باتن عریان نہ کہنچے گی تو اور کیا ہوگی - ہر شخص کی جیسی حالت اور
صورت اور شکل ہوگی ویسی ہی تصویر ہوگی - یہہ تو ہو نہین سکتا کہ مصور
بدصورت کو خوبصورت یا خوبصورت کو بدصورت یا عریان کو باللباس
اور باللباس کو عریان بنا دے خصوصاً **فوٹوگرافی** مین یہہ بات
ناممکن ہے - اگر کسی مصور نے قلمی تصویر مین ایسا کیا ہی تو وہ تصویر اصلی
اور حقیقی نہوی بلکہ جعلی اور غیر حقیقی ٹھہری پس مجنون جو لیلی کے عشق
مین لباس سے بھی قطع تعلق کیا تہا اور اس کے جوش و خروش
عشق مین ننگا ہی پڑا پہرتا تہا اسکی سچی تصویر برہنہ اور ننگی ہوگی تو باللباس
کیونکر ہوگی اگر کسی مصور نے اسکی تصویر باللباس بنائی بھی تو واقعہ اور
اصلیت کے خلاف بنائی یا اسکو اس زمانے کی تصویر سمجھنا چاہئے
جبکہ مجنون باللباس رہتا تہا - لہذا مرزا صاحب کا یہہ بیان کہ مصرع
قیس تصویر کے پردے مین بھی عریان نکلا ÷ محل تامل ہے اور اعتراض
کرنیوالون کا اعتراض قرین قیاس معلوم ہوتا ہے - اس شعر پر ایک
دوسرا اعتراض جو میری جانب سے ہوتا ہے وہ یہہ ہے کہ پردہ مین

عریان نکلا ایک بے معنی سی بات معلوم ہوتی ہے کیونکہ جو چیز پردے مین ہوگی وہ عریان کیونکر ہوگی۔ ایسے تراکیب سے اجتناب کرنا چاہئے اگر اجتناب واحتراز نکیا جائے تو کلام ضرور مہمل اور بے معنی ہو جاتا ہے اور مقصود قائل مین بے انتہا تعقید پیدا ہو جاتی ہے۔ تاویل مین تو بہت کچھہ گنجایش ہے مگر عوام کے پاس۔ اہل علم کے نزدیک تاویلات باردہ گوز شتر سے بدتر ہین۔ **شوق** = شوق کے اصلی معنے خواہش و آرزو کے ہین مگر فارسی مین اخیر زمانہ کے شعرا کے کلام مین شوق بمعنی عشق کثرت سے آیا ہے۔ **ہر رنگ** = یعنے ہرطرح ہر وضع ہر طور سے رقیب۔ اس شعر مین بمعنی دشمن و عدو آیا ہے رقیب کے مشہور معنے ایک معشوق کے دو عاشق یا کئی عاشق ان نام سے آپسمین نامزد ہوتے ہین یہان مقصود نہین ہین۔ **عریان** = ننگا۔ برہنہ اب پہلے مصرع کے یہہ معنے ہین کہ عشق و عاشقی ہر طرح سے مال مال و اسباب کی دشمن ہے۔ یہہ دعویٰ ہوا۔ اسکی دلیل یہہ ہے جو دوسرے مصرع مین مذکور ہوتی ہے کہ مجنون تصویر کے حجاب مین بھی عریان نکلا یعنے مجنون کو تصویر مین بھی لباس نصیب نہوا۔ بس مقصود قائل اسیقدر ہے مگر دوسرے مصرع کے الفاظ مساعد نہین ہین اور دلیل کالعدم ہو گئی جیسا کہ مذکور ہوا۔ یہہ مطلع اسطرح ہوتا تو قریب الفہم اور سلیس ہوتا۔ ع عشق ہرطرح عدوی سروسامان نکلا + قیس تصویر کی حالت مین بھی عریان نکلا + یا ع عشق ہر رنگ عدوی سروسامان نکلا + قیس تصویر کے عالم مین بھی عریان نکلا + مگر تاہم مضمون و معنی کے

لحاظ سے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اعتراض کی گنجایش باقی ہے + شاید مرزا کا
مقصد اس تصویر سے جعلی تصویر ہے مگر اس حالت مین مضمون کی
بے لطفی اور بناوٹ ظاہر ہے + رقیب سروسامان مین اشباع اضافت
ہے اور اشباع اضافت فارسیون کے پاس جائز ہے - پہلے
مصرع مین نکلا کی جگہہ باشد یا آمد لکہہ دیجئے تو سالم مصرع فارسی ہے
مصرع شوق ہر رنگ رقیبِ سروسامان باشد - سروسامان یعنی مال و اسباب

زخم نے داد نہ دی تنگیٔ دل کی یارب		تیر بھی سینۂ بسمل سے پر افشان نکلا

داد دینا = انصاف کرنا - عدل کرنا - ادائے حق کرنا - یہہ فارسی
محاورے یعنے داد دادن کا ترجمہ ہے - بسمل = یہہ لفظ فارسی
الاصل نہین ہے بلکہ مستحدث ہے کیونکہ بسم اللہ سے بنایا گیا ہے -
اس کے معنے ہین ذبح کرنا - چنانچہ خواجہ آصفی رح فرماتے ہین ؎
قاتل من چشم می بندد دم بسمل مرا + تا بماند حسرتِ دیدار او در دل مرا +
دم بسمل = یعنے ذبح کرنے کے وقت - اور میرزا جانی غیرتی رح
کہتے ہین ؎ ذوقِ تیغِ تو مرا داشت چنین رقص کنان + این
طپیدن نہ مرا از جہت بسمل بود - از جہت بسمل = یعنے ذبح کرنے
کے سبب سے + بسمل کے معنے ذبیحہ اور مذبوح بھی آئے ہین اور
مرزا نوشاہ کے اس شعر مین بسمل بمعنی مذبوح یعنے ذبح کردہ شدہ جسکو
ذبیحہ بھی کہتے ہین آیا ہے پر افشان = بال افشان کا مترادف ہے

یعنے اُڑتا ہوا - پرواز کرتا ہوا - یہہ اسم حالیہ ہے - چونکہ جب کوئی
پرندہ ہوا مین اُڑتا ہے تو اکثر اُس کے پرون کو ایسی حرکت اور
جنبش ہوتی ہے جو کسی چیز کے جھٹکنے یا چھڑکنے سے مشابہت پیدا
کرتی ہے لہذا فارسی مین پرندون کے اُڑنے کو بال افشاندن اور
پرافشاندن بہی کہتے ہین - افشاندن کے معنے ہین جہاڑنا - چھڑکنا
پچھوڑنا - حرکت دینا کسی چیز کو بطریق معہود جیسے پرافشاندن یعنے
پرون کو حرکت دینا - گرد افشاندن = گرد جہٹکنا - تنگ اور چھوٹے
مقامون مین سے جو چیز نکلتی ہے شدت وحدت وسرعت کے ساتھہ
نکلتی ہے جیسے دریا کا پانی دو پہاڑون کے درمیان گھٹ کر بہتا ہے
تو بڑے زور وشور سے بہتا ہے جس جگہہ پھیل کر بہتا ہے وہان وہ
زور نہین رہتا اور دہیما دہیما بہتا ہے لہذا شاعر کہتا ہے کہ میرا دل
اسقدر تنگ اور چھوٹا ہے کہ جو تیر اُسمین سے نکلا بسبب تنگی کے
اُڑتا ہوا اور حدت وسرعت کے ساتھہ نکلا - اس لئے شاعر زخم دل
سے تنگئ دل کی داد طلب کرتا ہے - اس شعر کے مضمون مین بسبب
لفظ دل وسینہ کے مباعدت ہو گئی ہے کیونکہ قائل کا مقصود تو یہہ ہے
کہ تیر بہی دل بسمل سے پرافشان نکلا مگر چونکہ مصرع موزون نہوتا تہا
لہذا ضرورت وزن کے لحاظ سے دل کی جگہ سینہ کہدیا جس سے
معنئ شعر مین بعد اور دوری پیدا ہو گئی اور مرزا کا یہہ مطلب بہی کہ شعر
بعید الفہم ہوا کرے حاصل ہو گیا -

کام یاروں کا بقدرِ لب و دندان نکلا	دلِ حسرت زدہ تھا مائدۂ لذتِ درد

حسرت زدہ = حسرت کا مارا ہوا۔ یعنے پُرحسرت اور حسرت والا۔ حسرت کے حقیقی معنے دریغ اور افسوس اور پشیمانی اور شرمندگی کے ہین اور مجازی معنے آرزو و تمنا و ارمان کے ہین۔ مائدۂ لذتِ درد = لذتِ درد کا دسترخوان یعنے وہ دسترخوان جسپر درد و غم کی لذتین اور آفات و مصائب کی غذائین اور رنج و الم کی نعمتین چنی ہوی ہین۔ مائدہ یعنے دسترخوان۔ کام نکلنا = برآمدِ مدعا کی ہونا۔ مطلب نکلنا۔ امید برآنی حاجت روا ہونی۔ یہہ کار برآمدن کا ترجمہ ہے۔ بقدرِ لب و دندان = یہہ فارسی زبان کی اصطلاح ہے اُسکے معنے ہین بقدرِ استعداد کے اور بقدرِ لیاقت کے۔ تو معلوم ہوا کہ فارسی کی اصطلاح مین استعداد اور لیاقت کو کنایتہً لب و دندان کہتے ہین۔ چنانچہ فارسی والے کہتے ہین کہ لبِ فلان چیز نیست و دندانِ فلان چیز نیست یعنے استعداد اور لیاقت اور شائستگی اور حوصلہ فلان چیز کا نہین ہے اور فارسی مین دہنِ فلان چیز و دہانِ فلان چیز بھی کہتے ہین جیسے زید دہنِ این کار ندارد یعنے زید کو اس کام کی لیاقت نہین ہے ملا طغرا کہتے ہین سه ما رالبِ چشیدنِ صہبائے وصل نیست + این بادہ را مگر بلبِ گل توان چشید + یعنے شرابِ وصل کے چکھنے کی لیاقت ہمکو حاصل نہین ہے۔ شاعر نے اپنے دلِ حسرت زدہ کو لذت

درد کا مائدہ قرار دیا ہی اور کہتا ہی کہ بقدر ہمارے حوصلے کے اور بقدر ہماری لیاقت کے
اس دستر خوان سے ہمارا کام نکلا یعنے ہم نے اپنے حوصلے کے موافق غم کھایا۔ یارون کا
یعنے ہمارا یا میرا کیونکہ اُردو زبان کا محاورہ ہی کہ کبھی بے تکلفی کی بات چیت مین
اور سادہ پن سے یارونکا لفظ ضمیر متکلم کی جگہ مین کہتے ہین۔ چنانچہ استاد ذوق رح
فرماتے ہین ع نہوا پر نہوا میر کا انداز نصیب * ذوق یارون نے
بہت زور غزل مین مارا * یارون نے یعنے ہم نے یا مین نے۔ مرزا غالب
کے پہلے مصرع مین تھا کی جگہ بُدر لکھدیجئے تو سالم مصرع فارسی ہے
مصرع ہے دل حسرت زدہ بُد مائدہ لذّت درد۔ بُد مخفف ہے بود کا۔

سخت مشکل ہی کہ یہہ کام بھی آسان نکلا		ہی نوآموز فنا ہمت دشوار پسند

نوآموز = مبتدی۔ آموزندہ نو۔ جو ابھی سیکھنے کے لئے بیٹھا ہو یا کچھہ
دن سے سیکھنا شروع کیا ہو اُسکو فارسی مین نوآموز کہتے ہین۔
یہہ اسم فاعل ترکیبی ہے ہمت = یعنے عزم و ارادہ۔ یہان ہمت موصوف
اور دشوار پسند اُسکی صفت ہے۔ موصوف اپنی صفت سے ملکر یعنے
ہمت دشوار پسند مبتدا ہے۔ اور نوآموز فنا اُسکی خبر اور ہے حرف
رابطہ ہے۔ دشوار پسند = یعنے پسند کنندہ دشوار اور مشکل
کامون کو پسند کرنے والی۔ یہہ اسم فاعل ترکیبی ہے۔ سخت
یعنے بہت۔ بڑی اور بڑا * مشکل اور آسان صنعت تضاد ہے۔ حاصل
یہہ کہ مرحلۂ فنا کو طے کرنا ہر ایک شخص سے ہو نہین سکتا۔ مگر ہم نے اُسکو

باآسانی طے کردیا ۔

آہ جو قطرہ نہ نکلا تھا سو طوفان نکلا	دل مین پھر گریہ نے اک شور اٹھایا غالب

گریہ ۔ یعنے رونا ۔ اس لفظ کے گاف کو کسرہ ہے یہہ لفظ گریستن کا حاصل بالمصدر ہے ۔ فارسی مین گریۂ ناک اور گریۂ رگ تاک اور گریۂ چراغ اور گریۂ خامہ اور گریۂ دولاب اور گریۂ روحانی اور گریۂ شادی اور گریۂ شمع اور گریۂ شیشہ اور گریہ گاہ اور گریۂ مند اور گریۂ ناک اور گریہ گر اور گریہ ہاے ہاے اس لفظ کے مرکبات ہین ۔ چونکہ اردو زبان درحقیقت فارسی زبان کی ایک شاخ اور شعبہ ہے لہذا اردو والے ان مرکبات کو اپنے اشعار مین مناسب مواقع پر استعمال کرسکتے ہین اور اسی غرض سے مین نے ان مرکبات کو یہان درج کیا ہے اور آیندہ برمحل و برموقع ایسے مطالب اس رسالے مین درج کئے جاینگے کیونکہ زبان کی ترقی اور کلام کی جدت وتازگی ایسی ہی باتون سے ہوتی ہے **شور اٹھانا** ۔ یعنے شور قائم کرنا اور شور برپا کرنا ۔ شور کے معنے یہان آشوب و غوغا و فریاد کے ہین لفظ شور طوفان کے ساتھہ مناسبت رکھتا ہے یعنے طوفان کے لئے شور کا ہونا لازم و ملزوم ہے اور یہہ تناسب طوفان کی ذات کے متعلق ہے لہذا اس شعر مین لفظ شور سے **صنعت مراعات النظیر** پیدا ہوگئی ۔ **غالب** = منادی یعنے اے غالب ۔ اے حرف ندا محذوف ہے ۔ **آہ** = منجملہ اصوات کے ہے اور حسرت و افسوس و غم کے

موقع پر یہہ کلمہ بولتے ہین اور اُسکا مخفف اہ بغیر مد کے صحیح اور مستعمل ہے
چنانچہ حکیم سنائی رح کہتے ہین ؎ گر ترا تیغ تن زندہ کن ٭ ور ترا زخم
حق زند خہ مکن - **طوفان** = بالضم باران سخت اور آب سخت جو زمین
مین سے نکلے اور سب چیزون کو غرق کر دے اور یہہ اس لفظ کے حقیقی
معنے ہین - اور ڈبونے والی سیل کو بھی طوفان کہتے ہین اور ہر ایک
چیز جو کثرت سے ہو اور ہر شی جو اسقدر غالب ہو جائے کہ سب چیزون کو
گھیر لے اور کل اشیا پر غالب آجائے اُسکو بھی طوفان کہتے ہین جیسے
طوفان ہوا و طوفان آتش و طوفان بے تمیزی وغیرہ اور یہہ مجازی معنے ہین - اس کے
مرکبات طوفان خروشش اور طوفان خیز - اور طوفان دیدہ اور طوفان رسیدہ
اور طوفان زا اور طوفان زدہ اور طوفان طراز اور طوفان کدہ اور طوفان
نژاد ہین - یعنے اے غالب میرے دل مین بار دیگر گریہ نے ایک شور
اُٹھایا ہے لہذا افسوس ہے کہ جو قطرہ آنسو کا میری آنکھون سے پیشتر نہ نکلا تھا
اب طوفان ہو کر نکلا ہے یعنے جو قطرات دل مین رہ گئے تھے اب طوفان کی شکل
مین ظاہر ہو رہے ہین - کیا اچھا ہوتا اگر شور اول مین ہی یہہ قطرات
نکل گئے ہوتے - اس شعر مین بار دیگر شور کے نہ اُٹھنے کی تمنا پائی
جاتی ہے - اور یہہ تمنا یہان لفظ آہ کے استعمال سے ظاہر ہوتی ہے
یہہ شعر صاف ہے اور معنے اُسکے ہویدا ہین اس شعر کی شرح مین مین نے
صرف نظم کو نثر مین لکھا ہے کوئی دوسرا بھاری کام نہین کیا ہے
کیونکہ شعر کا مضمون آشکار ہے - میری رائے ناقص مین اس شعر کے

مضمون مین ضبط کی قید لگانی زاید از ضرورت ہے یعنے بوجہ ضبط نہ نکلا تہا کہنے کی کوئی ضرورت نہین ہے کیونکہ ممکن ہے کہ قطرۂ اشک بوجہ ضعف وناتوانی یا بوجہ عدم موجودگی یا بوجہ عدم ضرورت یا شور اول کے رفع ہو جانے کیوجہ سے نہ نکلا ہو۔ بہرحال قیود مذکورہ کی پابندی کوئی ضروری چیز نہین ہے کیونکہ شعر کا مضمون صرف اسیقدر ہے کہ پہلے ہم روتے روتے تہم گئے تھے اب پھر رونا شروع کردیا۔

عشق نبرد پیشہ طلبگار مرد تھا		دہمکی مین مر گیا جو باب نبرد تھا

دہمکی = ڈرانے والی بات اور تہدید وتخویف کو کہتے ہین۔ یہہ لفظ مونث ہے جو = یعنے جو شخص اور جو آدمی۔ نبرد = بروزن نکرد رزم وکارزار اور لڑائی وجنگ کو کہتے ہین۔ اصل مین یہہ لفظ نورد تھا اور اسکا مصدر نوردیدن ہے فارسی مین بے اور واو آپسمین تبدیل پاتے ہین اسی لئے نورد کو نبرد کہتے ہین نبرد پیشہ = وہ آدمی جسکا پیشہ جنگ اور لڑائی ہو۔ دہمکی دینے کی یہہ وجہ ہے کہ جو شخص عشق کے سامنے آیا ہے وہ عشق کے لایق اور قابل نہین ہے بلکہ بزدل اور زن صفت ہے لہذا عشق اُسکو اپنے ناقابل جانکر دہمکی دیتا ہے اور چونکہ وہ آنے والا درحقیقت نالایق عشق ہے لہذا صرف عشق کی دہمکی ہی مین اُسکا کام تمام ہو جاتا ہے اور وہ مرجاتا ہے۔ یہان سے یہہ بات ثابت ہوی کہ عشق وعاشقی مرد کا کام ہے اور رجال پہلوان صفت ہی اس فن کے لائق ہین۔ اس شعر کے دوسرے مصرع مین تھا کی جگہہ

بود لکھدیجئے تو سالم مصرع فارسی بنجاتا ہے مصرع عشق نبرد پیشہ طلبگار مرد بود
عشق موصوف اور نبرد پیشہ اُسکی صفت ہے -

اُڑنے سے پیشتر بھی مرا رنگ زرد تھا	تھا زندگی مین مرگ کا کھٹکا لگا ہوا

یعنے چونکہ مجکو حیات مین موت کا اندیشہ لگا ہوا تھا لہذا مجکو زندگی کا لطف
حاصل نہوا اور میری زندگی خوف وہراس مین کٹی جو آنے والی موت کی
وجہ سے مجھہ پر غالب ہوگیا تھا اور اسی ہراس و ترس کے سبب سے میرا رنگ
رخ یا رنگ جسمانی زرد رہتا تھا یعنے حیات مین جب موت مجکو یاد آتی تھی
تو موت کے خوف سے میرا خون خشک ہوجاتا تھا اور میرا رنگ زرد پڑجاتا
تھا - قائل نے اس شعر مین اپنے کو انتہا درجہ کا خوف زدہ مرگ قرار دیا ہے -
زندگی یعنے حیات کھٹکا = یعنے اندیشہ اور یہہ مجازی معنے ہین حقیقت
مین کھٹکا بانس کے یا لکڑی کے ٹکڑے کو کہتے ہین -

مجموعۂ خیال ابھی فرد فرد تھا	تالیف نسخہ ہاے وفا کر رہا تھا مین

قائل نے اپنے کو عہد طفلی سے وفادار قرار دیا ہے اور کہتا ہے کہ ابھی میرا مجموعۂ
خیال فرد فرد تھا یعنے میرا مجموعۂ خیال کم عمری کے زمانہ مین مجتمع نہوا تھا
بسبب کم عمری اور خوردسالی کے مگر باوجود اس کے مین کتب وفاداری
کی تالیف کر رہا تھا یعنے وفادار تھا - نسخہ ہا یعنے کتابین فرد فرد تھا
یعنے پریشان تھا - مکرر - قائل نے اُس زمانہ سے کہ مجموعۂ خیال یعنے

مجموعۂ شعور و تمیز مجتمع ہوا تہا اپنے کو نسخہ ہاے وفا کا مولف قرار دیا ہے۔ یعنے مین کم سنی سے عاشق وفادار ہون اور بچپن سے وفا شعار ہون۔

دل تا جگر کہ ساحلِ دریای خون ہے اب	اس رہگذر مین جلوۂ گل آگے گرد تہا

کہتا ہے کہ ہم پیشتر ایسے نازک دماغ اور نازک مزاج تہے کہ بسبب نازک مزاجی کے جلوۂ گل بہی جو ایک نفیس شی ہے ہمارے دل و جگر پر گرد و خاک کیطرح ناگوار اور ناپسند تہا مگر اب زمانۂ ناہنجار اور چرخ کج رفتار کیوجہ سے یا عشق و عاشقی کے سبب ہمارا یہہ حال ہے کہ ہمارے دل سے لیکر جگر تک ایک دریای خون کا ساحل ہے یعنے دل اور جگر دریای خون کے دو کنارے ہین اور ان دو ساحلون کے بیچ مین دریای خون ہے حاصل یہہ کہ عشق و عاشقی مین یا زمانۂ ناموافق کیوجہ سے ہم خون پیتے ہین اور غم و غصہ کہاتے ہین اور اب ہماری نازک مزاجی باقی نہین رہی کیونکہ غم و غصہ مین مبتلا ہین اور عشق و عاشقی کے مصائب نے ہمکو گہیر لیا ہے۔ جلوۂ گل مبتدا اور گرد اُسکی خبر ہے۔ دل تا جگر یعنے از دل تا جگر۔ ایسے موافق پر از کا حذف کر دینا فارسی مین جایز ہے۔ اس رہگذر مین یعنے از دل تا جگر۔ اس شعر مین گل کے لفظ سے نازک مزاجی کا مضمون پیدا ہوتا ہے۔ دل اور جگر اور خون اور گل صنعت مراعات النظیر ہے اور تناسب لیئے وجہ مناسبت دل و جگر مین ذات ہے کہ یہہ دونون اعضا ہین اور خون و گل مین صفت یعنے رنگ سے ہے کہ یہہ دونون سرخ رنگ اور لال ہوتے ہین

دل بھی اگر گیا تو وہی دل کا درد تھا		جاتی ہے کوئی کشمکش اندوہِ عشق کی

کوئی = تنکیر کیواسطے آتا ہے - فارسی مین ان معنون کے لئے کبھی
لفظ ہیچ اور اکثر یاے تحتانی مستعمل ہوتی ہے - اس موقع پر ہیچ کا
لفظ بولا جایگا اسطرح نثر ہیچ کشمکش اندوہ عشق نمی رود -
کشمکش یعنے کھینچا تانی اور عمایشتش متواتر - اندوہ = بروزن بر
کوہ غم والم اور گرفتگی دل کو کہتے ہین اسکا مخفف اندہ بغیر واو کے آیا ہے
جیساکہ مرزا ہدایت مرحوم کہتے ہین مصرع اندہ بسخن کشید نظمم - وہی یعنے یہان -
پہلے مصرع کے یہہ معنے ہین کہ اندوہِ عشق کی کوئی کشمکش نہین جاتی ہے
اور اس مصرع مین استفہام انکاری ہے - شعر صاف ہے -

زندان مین بھی خیال بیابان نورد تھا		احباب چارہ سازیِ وحشت نہ کر سکے

چارہ سازی = یعنے تدبیر و علاج - وحشت یعنے گھبراہٹ زندان =
قید خانہ و محبس - خیال = بالکسر وہم و گمان - بیابان نورد = اسم
فاعل ترکیبی ہے اس کے معنے ہین جنگل کو طے کرنے والا - نورد امر کا
صیغہ ہے نوردیدن سے - کہتا ہے کہ جوشِ جنون مین مین نے چاہا تھا
کہ جنگل کیطرف نکل جاؤن مگر میرے احباب نے میری خیر خواہی کے
لحاظ سے مجکو قید خانہ مین مقید کیا تاکہ مین جنگل کی جانب جا نسکون
اور ہلاکت سے میری نجات ہو اور مین صحیح المزاج ہو جاؤن مگر کیا فایدہ

اُن کی یہہ تدبیر مفید اور مُنتج ہونسکی کیونکہ مین جب زندان مین داخل ہوا تو عین زندان مین جنگل اور صحرا کیطرف میرا خیال دوڑ گیا اور بیابان مین میرا خیال میرے عوض مین پھرنے لگا اگرچہ مین نے خود بیابان مین گشت نہین لگائی مگر میرا خیال برابر بیابان مین گشت لگاتا رہا ظاہر ہے کہ خیال کی رسائی ایکدم مین عرش تک ممکن ہے پھر خیال کو بیابان مین پہونچنے کے لئے کیا دیر تھی اگر کوئی شخص اپنے عالم خیال مین یعنے حالت وہم مین یہہ سمجھہ لے کہ مین عرش پر بیٹھا ہوا ہون تو یہہ بات خیال کی راہ سے کچھہ بعید نہین ہے کیونکہ خیال وہم کو کہتے ہین اور **قوت وہمیہ** وجود اشیا اور حقایق احوال کی محتاج نہین ہے - کوئی شے موجود ہو یا نہو جب خیال اور وہم مین کوئی شخص اُسکا تصور کرلے تو اُسکو خیال مین اُسیطرح محسوس ہوتی ہے اگرچہ درحقیقت اُسکا وجود نہین ہے اور اسیواسطے غیر موجودہ اور معدوم اشیا کو **خیالی باتین** اور **خیالی پلاؤ** کہا کرتے ہین - اس شعر کے **دوسرے معنے** یہہ ہین کہ خیال نے زندان کو عین بیابان تصور کرلیا اور زندان مین گشت لگاتا رہا کیونکہ اُسکو جنگل سمجھہ لیا ہے اور ہمین وہی وحشت حاصل رہی جو صحرا مین ہوتی ہے لہذا احباب سے چارہ سازیٔ وحشت نہوسکی -

یہہ لاش بیکفن اسد خستہ جانکی ہے		**حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا**

یہہ = اسم اشارۂ قریب - لاش = لاشہ و مُردہ جسم - بے کفن =

جسکو کفن نہو بے نفی کیواسطے آتا ہے۔ خستہ جان ۔ وہ شخص جسکی جان خستہ اور زخمی ہو۔ اسکے مجازی معنے تھکا ہوا اور ماندہ کے ہین۔ خستہ کے معنے مجروح و افگار و زخمی کے ہین اور یہہ لفظ بالفتح ہے اور خستہ جگر و خستہ دل و خستہ حال و خستہ روان اسکے مرکبات ہین اور خستہ جان اسم صفت مرکب ہے۔ مغفرت ۔ بخشنا۔ معافی بخشش۔ فارسی مین مغفرت کو بخشیدن کہتے ہین۔ عجب ۔ حیرت و تعجب اور شگفت کے معنون مین آتا ہے۔ چنانچہ خواجہ حافظ شیرازی رح فرماتے ہین ؎ ز انقلاب زمانہ عجب مدار کہ چرخ ❊ ازان فسانہ ہزاران ہزار دارد یاد ❊ عجب مدار یعنے حیرت نکر اور تعجب نکر۔ مگر یہہ لفظ کبھی عجیب و غریب و نادر کے معنے بھی دیتا ہے اور بمعنی اسم فاعل آتا ہے چنانچہ اس شعر مین اسم فاعل کے معنے ہی دیتا ہے۔ عجب آزاد یعنے عجیب آزاد۔ یعنے حق تعالی غالب کو مغفرت کرے اور بخشدے بسبب اسکی آزادی اور مسکینی کے کیونکہ اکثر آزاد لوگ غریب اور مسکین ہوتے ہین۔ یہان یہہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حق تعالی کا ہیکو مغفرت کرے۔ کونسی ایسی نیکی اور بھلائی کی ہے جس سے مغفرت چاہتا ہے اسکا جواب یہہ ہے کہ بسبب آزادی کے مغفرت کرے کیونکہ آزادی جو تھی تو وہ فقر و فاقہ و غریبی کیوجہ سے تھی اور غریبی کے سبب سے کفن تک نصیب نہین ہے اور جو مسلمان غریب و نیک مزاج ہوگا وہ مستوجب مغفرت کا ہوگا جیساکہ حدیث شریف مین آیا ہے۔ الفقر فخری اور

بدأ الاسلام غريبا وسيعود كما بدأ فطوبى للغربا - اور آزاد لوگ
اکثر حق گو اور حق پسند ہوا کرتے ہین لہذا حق گوئی اور حق پسندی جو بسبب
آزادی کے قائل کو حاصل تھی وہ بھی مغفرت کا باعث ہو سکتی ہے اور
درحقیقت آزادی اسلام کا نام ہے - قائل نے اپنے کو شخص مردہ قرار
دیا ہے اور یہہ کلام یعنے یہہ لاش بے کفن الخ اور حق مغفرت کرے الخ
فرضی غیر شخص کا کلام ہے -

شمار سبحہ مرغوب بت مشکل پسند آیا	تماشائے بیک کف بردن صد دل پسند آیا

شمار = یعنے حساب اور گنتی - یہہ شمردن سے امر کا صیغہ ہے اور یہان بمعنی
حاصل مصدر آیا ہے سُبحہ = یہہ عربی زبان کا لفظ ہے - یہہ لفظ بالضم ہے یعنے
ضمہ کے ساتھہ آیا ہے بعض لوگ اسکو فتحہ کے ساتھہ بولتے ہین مگر فتحہ
کے ساتھہ بولنا غلط ہے - تسبیح کو کہتے ہین - اور سبحہ دار اور سبحہ شمار
اور سبحہ گردان اور سبحہ ور اس کے مرکبات ہین بت = حقیقت مین
اُس شکل کو کہتے ہین جسے ہندو لوگ پتھر وغیرہ سے تراش کر پوجتے ہین
چنانچہ حضرت شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین مثنوی
بُتے دیدم از عاج در سومنات + مُرصع چو در جاہلیت منات + چنان
صورتش بستہ تمثال گر + کہ صورت نہ بندد ازان خوب تر + عربی مین
صنم کہتے ہین اور صنم کی جمع اَصنام آتی ہے - اور بت اشرفی
اور بت زر اور بت تراش اور بت خانہ اور بت شکستان اور بت شکن

اور بتکدہ اور بُت گر لفظ بُت کے مرکبات ہین ۔ مگر اسکے مجازی معنے یہہ نہین ہین بلکہ مجازاً عاشق اپنے معشوق کو بُت کہتا ہے کیونکہ عاشق اپنے معشوق کو انتہا درجہ مین عزیز جانتا ہے اور دوست رکھتا ہے جسطرح ہنود بُت حقیقی کو دوست رکھتے ہین لہذا اسکے مجازی معنے معشوق اور محبوب کے ہین **مرغوب** = یعنے پسندیدہ اور رغبت کیا ہوا **مشکل پسند** یعنے دشوار پسند اور مشکل کو پسند کرنیوالا ۔ یہہ اسم فاعل ترکیبی ہے ۔ مشکل اسم اور پسند امر کا صیغہ ہے پسندیدن سے **تماشا** = اصل مین یہہ لفظ تماشی ہے اسکے معنے مین باہم پیادہ چلنا اور فارسی مین دیکھنے اور ہنگامے کے معنے ہین ۔ یہان دیکھنے کے معنے مراد ہین اور تماشا خانہ و تماشا کدہ و تماشا گاہ و تماشا گر و تماشائی اس کے مرکبات ہین ۔ **دل بردن** = یعنے دل لیجانا ۔ معشوقی کرنی ۔ دلبری یعنے معشوقی ۔ شاعر کہتا ہے کہ عابدون کا یہہ کام کہ سَو دانون کی تسبیح ہاتھہ مین رکھتے ہین معشوق کو مرغوب آیا کیونکہ دانۂ تسبیح کو دل کے ساتھہ تشبیہ ہے لہذا معشوق سمجھتا ہے کہ مین بھی اسیطرح ایک دم مین سَو دل اُڑالونگا جسطرح عابدون کے ہاتھہ مین سَو دانون کی ایک تسبیح ہے ؎ اسیطرح میرے ہاتھہ مین سو دل آجائینگے اور اسی عنوان سے مین دلربائی اور دلبری کرونگا ۔ **ع** شمار سبحہ مرغوب بت مشکل پسند آمد ؎ تماشائے بیک کف بردن صد دل پسند آمد ؎ آیا کی جگہ آمد کہدینے سے سالم مطلع فارسی کا ہوگیا ۔ مرزا غالب بے انتہا مغلوب الفارسی ہین ۔

بہ فیض بیدلی نومیدئے جاوید آسان ہے | کشایش کو ہمارا عقدۂ مشکل پسند آیا

یعنے عاشق لوگ ہمیشہ نا امید اور مایوس ہوتے ہین کیونکہ اُن کو وصال معشوق
کی اُمید نہین ہوتی - اور نومیدی عاشقی کا فیض ہے جو عاشقون کو ملا ہے
اور عاشقی کے فیض سے نومیدی جو ایک کٹھن اور مشکل چیز ہے آسان
ہوگئی ہے - امیدوار بودہ بعافیت باشند کا سا مضمون ہے - جب دل
باختہ یعنے دل عاشق شدہ کا یہہ حال ہے تو گویا کشایش کار اور حصول مدعا
ہوچکا یعنے وصال معشوق حاصل ہوگا - کشادکار نے عاشقون کے دلکو
پسند کرلیا ہے - کشادکار تشنیع وطنز کی راہ سے کہا ہے - مطلب یہہ ہے
کہ عاشقون کے دل کی کشاد و شگفتگی نہین ہوتی اور ہمیشہ کار عشاق بند
ہوتا ہے ہماری کشایش کچھہ نہین اور صرف نومیدی ہماری کشایش کا نام ہے
اور جسکو نومیدی کہتے ہین وہی ہماری کشایش ہے بیدلی = عاشقی
نومیدی = مایوسی - جاوید = دوام - ہمیشہ کشایش کو پسند آیا
یعنے کشایش نے پسند کیا - عقدۂ مشکل = دل باختہ یعنے دل عاشق
شدہ وہ دل جو عاشق ہوگیا ہے اُسکو دل باختہ باضافت کہتے ہین اور
یہان عقدۂ مشکل سے دل باختہ مراد ہے اور یہہ استعارہ ہے - اس
شعر کے پہلے مصرع مین ہے کی جگہہ است لکھدینے سے پورا مصرع فارسی
ہوجاتا ہے مصرع بہ فیض بیدلی نومیدی جاوید آسان است -

ہوا ہے سیر گل آئینۂ بے مہرئ قاتل | کہ انداز بخون غلطیدن بسمل پسند آیا

قاتل سے مراد معشوق ہے اور پہلے مصرع کے یہہ معنے ہین کہ معشوق کے
جور و جفا اور اُسکے ظلم و ستم کی نمایندہ یعنے دکہانے والی یہہ بات ہے
کہ اُسکو سیر گل کی آرزو اور گلگشت کی خواہش ہوی ہے۔ آئینہ کے حقیقی معنے
مشہور ہین جسکو عربی مین مرآۃ کہتے ہین مگر یہان مجازی معنے مراد ہین
اور مجازی معنے اس لفظ کے نمایندہ اور دکہانے والے کے ہین کیونکہ
آئینہ ایک آلہ ہے جو صورتون کو دکہاتا ہے۔ ہواے سیر گل مبتدا اور
آئینۂ بے مہری قاتل اُسکی خبر ہے۔ ہوا کے مجازی معنے آرزو و خواہش
و تمنا کے ہین۔ ہوا اور گل اور آئینہ اور مہر اور خون اور بسمل ورخون و گل
صنعت مراعاۃ النظیر ہے۔ اور وجہ مناسبت ہوا و گل مین فعل ہے کیونکہ ہوا
پہولون کو کہولتی ہے۔ اور آئینہ و مہر بمعنی آفتاب مین صفت وجہ مناسبت ہے
کیونکہ دونون روشن اور صاف و شفاف ہوتے ہین اور بعض آئینے آفتاب
کی شکل پر مدور اور گول ہوتے ہین مگر آئینہ مین تناسب کی وجہ صرف صفائی
و روشنی ہے نہ شکل۔ آئینہ بہی روشن ہوتا ہے اور آفتاب بہی روشن
ہوتا ہے۔ خون اور گل مین وجہ مناسبت صفت یعنے رنگ ہے کہ دونون
سرخ ہوتے ہین اور خون و بسمل بہی صنعت مراعاۃ النظیر ہے اور وجہ تناسب
فعل ہے کیونکہ بسمل سے خون نکلتا ہے اور خون کا نکلنا بسمل کے ساتہہ
مناسبت رکہتا ہے۔ مرزا نے درحقیقت صنعت مراعاۃ النظیر کے متعلق
یہہ عجیب شعر کہا ہے جسمین کثرت سے مناسبات معنوی ہین بسمل۔ یعنے
مذبوح۔ چونکہ بسمل لہو مین لوٹتا ہے اور لہو کے رنگ سے سرخ ہو جاتا ہے

اور گل بھی سراپا سُرخ رنگ ہوتا ہے لہذا گل کو بسمل قرار دیا ہے اور کہتا ہے
کہ گل گویا ایک بسمل ہے جو سرتاپا خون آلودہ ہے اور ہمارا معشوق اُسکی
سیر کو جاتا ہے لہذا معلوم ہوا کہ معشوق جفا پسند اور ظلم دوست ہے کیونکہ
وہ مذبوحات کی سیر کو جاتا ہے اور مذبوحات کی سیر اُسکے پسند ہے۔
بسمل سے مراد یہان گل ہے نہ بسمل حقیقی کیونکہ مصرع اول مین سیر گل کہا ہے
بخون غلتیدن بسمل یعنے گل خون مین لوٹ رہا ہے بسمل کیطرح یا یہہ کہ
گل مین بخون غلتیدن بسمل کا انداز ہے۔ بخون غلتیدن بسمل یعنے بسمل کا خون
مین لوٹنا یا یون کہیے کہ بسمل جو خون مین لوٹتا ہے۔ یہہ طرز اور یہہ تراکیب
میرزا عبدالقادر بیدل کے ہین جو اہل لسان کے پاس ناپسندیدہ اور غیر
مطبوع ہین۔ آیا کی جگہ آمد لکھہ دیجئے تو سالم شعر فارسی ہو جاتا ہے ؎
ہوئے سیر گل آئینۂ بے مہری قاتل + کہ انداز بخون غلتیدن بسمل پسند آمد
بے مہری = یعنے ظلم و ستم اور جور و جفا۔ مہر محبت اور الفت کو کہتے ہین
مہر بمعنی آفتاب بھی آیا ہے مگر یہان یہہ معنے مقصود و مطلوب نہین ہین
بے فارسی مین واسطے نفی کے آتا ہے۔ بے مہری یعنے بے الفتی و بے محبتی
انداز = یعنے طور اور طریقہ۔ یہہ فارسی زبان کا لفظ ہے اور اردو مین
بمعنی ناز و ادا بھی مستعمل ہوتا ہے کہ = کاف تعلیل کا ہے جو بے مہری کی
علت اور بے مہری کا سبب بیان کرتا ہے۔ کیونکہ سیر گل مین بخون غلتیدن
بسمل کا تماشا نظر آتا ہے۔

ہے یہ وہ لفظ کہ شرمندۂ معنی نہوا	دہر مین نقش وفا وجہ تسلی نہوا

یعنے معشوق اپنی بیوفائی سے شرمندہ نہین ہوتے اور اسلئے معشوقان دنیا
و محبوبان ماہ سیما کی وفاداری بے معنی بات ہے۔ مطلب یہہ کہ معشوقون سے
وفا کی امید نرکھنی چاہئے کیونکہ معشوق بیوفا ہوا کرتے ہین **نقش وفا**
یعنے نقش وفا معشوقون کا وجہ **تسلی** = باعث تسلی عاشقون کا۔
شرمندہ وہی شخص ہوگا جو بے حیا ہوگا لہذا لفظ کی شرمندگی یہہ ہے کہ بے
معنی ہو۔ معشوق جو وفا کا وعدہ کرتے ہین اُس سے عاشقون کی کچہہ تسلی
توہوجاتی ہے مگر انجام کچہہ نہین لہذا نقش وفا کو غیر متسلی اور تسلی نہین دینے والا
قرار دیا ہے دہر = بالفتح زمانہ وعصر **نقش وفا** = یعنے لیاقت وفا۔
صورت وفا و استقرار حکم وفا۔ **تسلی** = یعنے دلخوشی اور خوش عیشی۔
لفظ = جو بولی آدمی کے منہ سے نکلتی ہے اُسکو لفظ کہتے ہین خواہ وہ بے معنی
ہو یا با معنی مگر یہان لفظ بے معنی مراد ہے کیونکہ شرمندہ معنی نہوا کہتا ہے۔ یہہ
اسکا مشار الیہ وفا ہے

سبزۂ خط سے ترا کاکل سرکش نہ دبا		یہہ زمرد بھی حریف دم افعی نہوا

یہہ زمرد = یعنے سبزۂ خط۔ زمرد سبز رنگ ہوتا ہے اور سبزۂ خط بھی مائل بسبزی
ہوتا ہے لہذا سبزۂ خط کو زمرد قرار دیا ہے۔ **خط** مجازاً سبزۂ نورستہ
کو بھی کہتے ہین جو رخسار کے اطراف ظاہر ہوتا ہے اور پشت لب سے
شروع ہوتا ہے اور اُسکی تشبیہ سبزہ کے ساتھہ دیجاتی ہے **حریف**
یعنے مقابل اور یہہ مجازی معنے ہین حقیقت مین شخص ہم پیشہ کو حریف

کہتے ہین - اور یہان مجازی معنے مقصود ہین دمِ افعی = یعنے افعی کی
سانس - یہان افعی سے مراد کاکل ہے کیونکہ کاکل کو افعی کے ساتھہ
تشبیہ دیتے ہین - کاکل بمعنی زلف بھی آیا ہے اور حقیقت مین جو
بال پشت سر کی جانب مین ہوتے ہین اُن کو کاکل کہتے ہین مگر اس شعر مین
کاکل کے معنے زلف کے ہین - افعی = سانپون کی قسمون مین سے
ایک قسم ہے جو نہایت زہرناک ہوتی ہے - دَبنا = مغلوب ہونا - زیر ہونا
اور یہہ مجازی معنے ہین - سبزۂ خط کی دلکشی اور دلچسپی مشہور ہے کیونکہ
جو سبزۂ خط آغاز ہوتا ہے وہ بہت خوشنما ہوتا ہے چنانچہ میرزا صائب
رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین ؎ یاقوت آبدار تو آورد عاقبت * خطے
بروے کار کہ ریحان بگرد رفت * اور اسیری کہتا ہے ؎ چون سبزہ
دمیدہ شد بہ بستانِ رخت * بشگفت بنفشہ در گلستان رخت
اور کسی کا اردو شعر ہے ؎ کیون نہ دل شگفتہ ہوتا مرا اس گلرو پر
حسن کا جوش بھی تھا سبزہ کا آغاز بھی تھا - اب شاعر کہتا ہے
کہ اے معشوق تیرا کاکل سرکش اسقدر خوشنما ہے کہ اُسکی خوشنمائی
سبزۂ خط کی خوشنمائی سے بہتر ہے - ہم سمجھتے تھے کہ سبزۂ خط کے
سامنے تیرا کاکل سرکش دب جایگا اور خط کی دلکشی کاکل کو بے رونق
کردیگی مگر ایسا نہوا اور تیرا کاکل ہمیشہ کیطرح سرکش بنا رہا اور سبزۂ خط
تیرے کاکل کا مقابل ہونسکا - درحقیقت یہہ شعر کاکل کی تعریف مین کہا ہے
اور کاکل کو سبزۂ خط سے زیادہ تر خوشنما قرار دیا ہے -

مین نے چاہا تھا کہ اندوہ وفا سے چھوٹون
وہ ستمگر مرے مرنے پہ بھی راضی نہوا

اندوہ = یعنے غم و الم - وفا - یعنے وعدہ بجا لانا اور دوستی انجام کو پہونچانی اور کسی بات کے وعدہ کو پورا کرنا - کہتا ہے کہ میرا معشوق ایسا ظالم ہے کہ میرے مرنے پر بھی راضی نہوا کیونکہ مرجانے مین اندوہ وفا سے رہائی ہو جاتی مگر اُس نے میری رہائی نچاہی - بہ سبب ظلم و ستمگری کے یہہ شاعرانہ مضمون ہے اور شعر صاف ہے -

دل گذرگاہ خیال مے و ساغر ہی سہی
گر نفس جادۂ سر منزل تقوی نہوا

نفس = دوزبرسے - اس لفظ کے معنے دم اور سانس کے ہین - یہہ لفظ مذکر ہے جیسا کہ مرزا نے یہان استعمال کیا ہے مگر میرے خیال مین یہہ لفظ موئنث باندھا جائے تو بہتر ہے - نفس کو جادہ اور راستہ کے ساتھہ تشبیہ دیتے ہین اور وجہ شبہ نفس کی آمد و رفت اور درازی ہے کیونکہ نفس دراز شئے ہوتی ہے اور نفس مین جو آمد و رفت ہے وہ ظاہر ہے - گر = مخفف اگر کا ہے مگر اب اردو مین متروک ہے - جادہ = راستہ - سر منزل = سر اس موقع پر زائد آیا ہے - سر منزل یعنے منزل - تقوی = پرہیزگاری و خداترسی - گذرگاہ = گذر کی جگہ - ہی = زائد نہین آتا بلکہ حصر و انحصار کے لئے آتا ہے - اس شعر مین دوسرا مصرع شرطا اور پہلا مصرع اُسکی جزا ہے اگرچہ قاعدہ نحو کے لحاظ سے

شرط اول آنا چاہیئے اور جزا اُسکے بعد مگر جزا کی تقدیم شرط پر اشعار مین جائز ہے - یہہ شعر صاف اور عمدہ اور فلسفیانہ ہے یعنے اگر ہمارا دم اور ہماری سانس منزل تقوی کا راستہ نہ بنی تو خیر نسہی ہمارا دل بیکار نرہے بلکہ خیال شراب و جام کی گذرگاہ ہو جاے یعنے ہمارے نفس کو ذکر آلہی اور تسبیح و تہلیل نصیب نہوے تو نسہی - ہمارا دل شراب کے خیال مین مصروف و مشغول رہے اور ہم شراب نوشی کیا کرین مطلب یہہ کہ بیکاری بری چیز ہے اگر آدمی کو خیر نصیب نہو تو شر ہی مین مبتلا رہے مگر بیکار نرہے ٥ دل گذرگاہ خیال مے و ساغر باید + گر نفس جادہ سر منزل تقوی نشود ذراسے تغیر مین سالم شعر فارسی بنگیا - حضرت قبلگاہی مولانا والد مرحوم و مغفور نے اس شعر کی شرح مین جو باریک کی قید لگائی ہے درحقیقت نہایت عمدہ اور بامزہ و پر لطف ہے اور اُسکو اعلیٰ درجہ کا شاعر سمجھہ سکتا ہے یہان باریک بڑے کام کا لفظ ہے کیونکہ جادہ نفس کی صفت باریک ہو سکتی ہے -

گوش منت کش گلبانگ تسلی نہوا	ہون ترے وعدہ نکرنے مین بھی راضی کہ کبھی

کہ = کاف تعلیل کا ہے اور اسکے معنے کیونکہ ہین - کہ کبھی دوسرے مصرع کے متعلق ہے جو پہلے مصرع مین آگیا ہے اگرچہ فارسی مین بھی استادون کے کلام مین کہین کہین اسطرح آیا ہے مگر حقیقت مین رکیک ہے لہذا مستحق الترک ہے کیونکہ جو چیز مصرع ثانی کے متعلق ہے اُسکو مصرع اول مین داخل کرنا ضرور نہین

وزن یا عجز طبیعت کی دلیل ہے۔ **منت کش** = احسان اٹھانے والا **گلبانگ** = مجازاً آواز کے معنون مین آتا ہے اور حقیقت مین غنچون کے چٹخنے کی آواز کو جو شاعرون کے پاس ایک فرضی آواز ہے گلبانگ کہتے ہین یہہ لفظ مرکب ہے لفظ گل اور بانگ سے **تسلی** = خوشی۔ **گوش** = مذکر ہے مصرع گوش منت کش گلبانگ تسلی نشدہ۔ نشدہ کہنے سے مصرع فارسی ہوگیا۔

کس سے محرومیٔ قسمت کی شکایت کیجیے	**ہم نے چاہا تہا کہ مرجائین سو وہ بہی نہوا**

یعنی اگر ہم مرجاتے تو ہمکو آفتون سے نجات ملجاتی اور اسی واسطے ہم نے ایسی خواہش کی تہی۔ مرزا نے اسی غزل مین کہا ہے ؎ مین نے چاہا تہا کہ اندوہ وفا سے چہوٹون ٭ وہ ستمگر مرے مرنے پہ بہی راضی نہوا ظاہر ہے کہ دونون شعرون کا مطلب ایک ہے اس سے معلوم ہوا کہ غزل مین تکرار معنی معیوب نہین ہے۔

مرگیا صدمۂ یک جنبش لب سے غالبؔ	**ناتوانی سے حریف دم عیسی نہوا**

کہتا ہے کہ مین بسبب ناتوانی کے لب معشوق کی ایک جنبش مین مرگیا اور چونکہ مین لب معشوق کا مارا ہوا تہا لہذا حریف دم عیسی نہوا کیونکہ حریف دم عیسی ہونا اپنے لئے ننگ و عار سمجہا۔ جب ایسے معشوق زیبا کے کشتہ و مقتول ہوگئے تو پہر کیا زندہ ہوتے۔ زندہ ہونے کو اپنے لئے ننگ سمجہا کیونکہ لب معشوق نے

مارا ہے عاشقون کو معلوم ہے کہ بعض وقت معشوق اپنے ہونٹون کو ناز و ادا
کے ساتہہ کچہہ حرکت دیتے ہین جسکا مطلب صاف سمجہنے مین نہین آتا مگر
اُسمین ہوتی کوئی بات ضرور ہے اور اپنے معشوق کی یہہ جنبش عاشقون کو
بہت پیاری معلوم ہوتی ہے اور عاشق اپنے خیال مین جوشش عشق کیوجہہ سے
اس اشارہ کے سیکڑون معنے تصور کر لیتا ہے۔ **صدمہ** = آسیب اور
ایک دفعہ باہم کوٹنا۔ یہان پہلے معنے یعنے آسیب مراد ہین اور چونکہ ہونٹون
کا باہم ملانا کوٹنے کے ساتہہ مشابہت رکہتا ہے لہذا لفظ صدمہ سے
اس شعر مین صنعت ایہام التناسب پیدا ہوگئی اور یہہ تازہ و جدید لفظ ہی
جو اس صنعت مین مستعمل ہوا ہے درحقیقت میرزا صاحب نے نہایت عمدگی
اور تازگی کے ساتہہ اس لفظ کو یہان استعمال کیا ہے اور یہہ لفظ اس
صنعت مین معمولی لفظ نہین ہے۔ یہان اس لفظ کے دوسرے معنے
مقصود نہین ہین مگر جنبش لب کے ساتہہ مناسبت رکہتے ہین۔ **یک جنبش
لب سے** = یعنے یک جنبش لب معشوق سے۔ **حریف** = اس لفظ کے حقیقی
معنے ہم پیشہ اور شریک اور حرف کنندہ کے ہین اور مجازی معنے ہم صحبت
اور ہم نشین کے ہین کیونکہ جو ہم پیشہ ہوگا وہ کبہی نہ کبہی ہم صحبت اور ہم نشین
ہوگا۔ **سے** = سببیہ ہے ناتوانی سے یعنے بسبب ناتوانی کے **دم عیسی** =
عیسی علیہ السلام کی سانس جو مردون کو زندہ کرتی تہی اور یہہ عیسی علیہ السلام
کا معجزہ تہا۔ مرگیا اور ہوا کا فاعل غالب ہے۔ یہہ شعر جادہ خیال بندی کا
ایک عمدہ نمونہ ہے اس سے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ کلام کے اندر محذوفات کے

ہونے سے متعدد معنے پیدا ہو جاتے ہین اور درحقیقت خیال بندی ہین
اکثر یہہ بات ہوتی ہے کہ ضروری الفاظ حذف کردئے جاتے ہین تاکہ
سامع کشمکش و پیچ بین پڑ جائے اور بلا تامل بلکہ خوض و تامل سے بھی
نہ سمجھے کہ قائل کیا کہتا ہے میرزا صاحب نے اس شعر مین لب کا مضاف
الیہ حذف کردیا ہے لہذا اس شعر کے سننے سے سامع کو بلا تامل یہہ بات
معلوم نہین ہوتی کہ لب سے مراد لب معشوق ہے یا لب عیسی - اب وہ
اطراف و جوانب مین تلاش کرتا ہے اور اپنا خیال چار طرف دوڑاتا ہے
تاکہ مضاف الیہ کو پیدا کرے مگر وہ نہین ملتا لہذا شعر کے مطلب کیطرف
اپنا خیال پھیلایا تو یہہ مضمون ذہن مین آیا کہ حریفِ دم عیسی نہونے کے
کیا معنے - کیا دم عیسی کوئی خراب چیز ہے جسکا حریف نبنا قائل نہین
چاہتا ہے تو فوراً یہہ بات ذہن مین آئی کہ دم عیسی نہایت پاکیزہ و مقدس
اور مردون کو زندہ کرنے والی شے ہے جب قائل ایسی عمدہ شے کا حریف
ہونا نہین چاہتا ہے تو معلوم ہوا کہ اُس سے بہتر اور عمدہ تر کوئی شے
قائل کو ملی ہے جسکی وجہ سے اُسکو یہہ بے پروائی اور بے اعتنائی ہوئی
ہے اب پھر سامع یہہ سوچنے لگا کہ وہ کیا شے ہوگی اور اسی سوچ کے
ساتھہ قائل پر نظر ڈالی کہ وہ کس قسم کا آدمی ہے تو معلوم ہوا کہ شاعر ہے
اور شعرا اکثر اپنا ایک فرضی معشوق مقرر کر لیتے ہین اور قائل کو جس چیز کے
ساتھہ عشق ہوتا ہے وہی شے اُس کے پاس عزیز تر اور عمدہ تر ہوتی ہے
لہذا یہان سے یہہ معلوم ہوا کہ لب معشوق مراد ہے نہ لب عیسی کیونکہ معشوق

بہت عزیز ہے۔ اُس کے لئے ایک مقدس شئے سے دست بردار ہورہا ہے

وہ اک گلدستہ ہے ہم بیخودوں کے طاقِ نسیاں کا		ستایش گر ہے زاہد اسقدر جس باغِ رضواں کا

ستایش گر = تعریف کرنیوالا - ستایش = تعریف و توصیف گر = یہان
اگر کا مخفف نہین ہے بلکہ ایک حرف ہے جو اسم فاعل کے معنے دیتا ہے
بیخود = مست و بیہوش باغ رضوان = یعنے جنت - اور رضوان
جنت کے داروغہ کا نام ہے گلدستہ = چند پہولون کو ایک جگہ جمع کرکے
جو ایک دستہ اور مجموعہ بناتے ہین اُسکو گلدستہ کہتے ہین اصل مین
یہہ لفظ دستۂ گل ہے مگر محاورہ مین بقلب اضافت یعنے گلدستہ بولتے
ہین - کہتا ہے کہ ہم بے خودون کو اپنی بیخودی مین وہ سیر دکہائی دیتی ہے
کہ ہم جنت کو بہول گئے یعنے ہماری بیخودی سیر و تماشے کے لحاظ سے
جنت سے بہتر ہے اپنی بیخودی کی توصیف کی ہے کہ ہم اپنی بیخودی مین
تمام کائنات کی سیر کرتے ہین بلکہ ہم ذات باری تعالی کو دیکہتے ہین
جسکا جمال پاک سب سے بہتر ہے اور اسی لئے جنت کو بہول گئے - یہان
بیخودی سے عالم محویت کی بیخودی مراد ہے نہ کہ شراب کی بیخودی -
جنت طاقِ نسیان کا گلدستہ ہے - یعنے جنت کو ہم بہول گئے
اور جنت کو فراموش کر گئے - شعر صاف اور نہایت عمدہ ہے - مضمون
کے لحاظ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا خواجہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ
کی زبان مبارک سے نکلا ہے - اگرچہ زبان کا فرق ہے -

کہ ہر یک قطرۂ خون دانہ ہے تسبیح مرجان کا	بیان کیا کیجئے بیداد کاوش ہاے مژگان کا

یعنے عشق یار مین یا دیدار یار کی تمنا مین میری آنکھون نے جسقدر خون میرے دل و جگر مین تھا اُسکو کھینچ کھینچ کر قطرہ قطرہ بہا دیا - آنکھون کی بیداد سے اب میرے دل و جگر مین کچھہ لہو باقی نرہا کیونکہ آنکھون نے ایک ایک قطرہ کو دانہ تسبیح مرجان کیطرح حساب و شمار کرکے بہا دیا - ظاہر ہے کہ دانہ ہاے تسبیح کا حساب وشمار رکہا جاتا ہے - قطرۂ خون اور دانۂ تسبیح مرجان مین تشبیہ تامہ ہے **کاوش** = کاویدن کا حاصل بالمصدر ہے بیان کیا کیجئے یعنے ہم بیان نہین کرسکتے یعنے بیان کے قابل نہین کیا = یہان نفی کیواسطے آیا ہے -

کرے جو پرتو خورشید عالم شبنمستان کا	کیا آئینہ خانیکا وہ نقشہ تیرے جلوہ نے

یعنے تیرے صفائے حسن کے مقابلے مین آئینہ خانہ غیر محسوس اور ناپید ہوگیا جیسے آفتاب نکلتا ہے تو شبنم غائب ہو جاتی ہے - **نقشہ** = یعنے حال اور شکل - **پرتو** = عکس ور چھاؤن - **عالم** = نقشہ اور حال -

ہیولی برق خرمن کا ہے خون گرم دہقان کا	مری تعمیر مین مضمر ہے اک صورت خرابی کی

تعمیر = عمارت بنانا اور آباد کرنا - مگر یہان فقط بنانیکے معنے لئے ہین جسکو فارسی مین ساختن کہتے ہین **مُضمَر** = پہلے میم کو پیش اور دوسرے

میم کو زبر ہے اور ضواد اور رے ساکن ہین۔ اس لفظ کے معنے پوشیدہ
اور مخفی کے ہین - خرابی - یعنے ویرانی اور تباہی و بربادی ہیولیٰ
اس لفظ کے متعدد معنے ہین جیسا کہ لغات اور ڈکشنریون مین لکھا ہی
کہ ہر ایک چیز کی اصل ور ہر ایک چیز کی ماہیت اور ہر ایک چیز کے مادے
کو ہیولی کہتے ہین۔ اور حکما نے اپنی اصطلاح مین اس لفظ کی یہہ تعریف
کی ہے کہ ہیولی اُس جوہر کو کہتے ہین جو صورت جسمانی کا محل اور حلول
گاہ ہوتا ہے اور جوہر اول کو بھی ہیولی کہتے ہین اسیطرح صوفیہ
کی اصطلاح مین اس کے معنے کچھہ اور ہین یعنے روح اعظم اور طبیعت
کل کو ہیولی کہتے ہین الغرض اس لفظ کے ان معنون کے سوا اور بھی
کئی معنے ہین جنکو مین نے یہان بخوف طوالت ترک کیا اور میرزا غالب
مرحوم کے اس شعر مین لفظ ہیولی کے وہی معنے ہین جو حضرت قبلگاہی
مولانا والد مرحوم نے وثوق صراحت مین لکھے ہین یعنے
مادّہ - اور مادہ کے معنے اصلیت و مواد کے معنے ہین - برق خرمن
باضافت - انبار غلہ کی بجلی - یعنے وہ برق جو خرمن پر گرے اور اسکو
جلادے - خرمن = بالکسر انبار غلہ - تودۂ غلہ - اناج کا ڈھیر -
دہقان = کسان - مزارع - کھیتی کرنیوالا - خون گرم = باضافت
تپاک و جوشش دلی اور الفت و محبت کو کہتے ہین اور مجازاً بمعنی سعی
و کوشش آتا ہے - یہہ شعر معناً صاف ہے مگر اسمین الفاظ کچھہ دقیق
ہین اسی لئے مین نے پہلے لفظون کے معنے لکھدئے - شاعر سخن شناس

جانتا ہے کہ یہہ شان غزل کی نہین ہے بلکہ قصیدہ کا انداز ہے کیونکہ دقیق اور مشکل الفاظ غزل مین خوشنما نہین معلوم ہوتے بلکہ قصیدہ مین نہایت زیب دیتے ہین میری راے مین جس قصیدہ مین شکوہ لفظی نہو وہ قصیدہ ہی نہین ہے غزل مین ایسے دقیق لفظون کا استعمال کرنا کچھہ اچھا نہین معلوم ہوتا مگر بعض لوگون کا مذاق ہی ایسا ہوتا ہے جو علاج پذیر نہین -

میرزا صاحب اس شعر مین اپنی بدبختی اور بدنصیبی کو ظاہر کرتے ہین اور کہتے ہین کہ لوگ جو کوشش اور سعی میری صلاح و فلاح کے واسطے کرتے ہین وہ کوشش میرے لئے عین تباہی و بربادی کا باعث ہوجاتی ہے کیونکہ مین اصلیت و ماہیت کے لحاظ سے خرابی اور ویرانی کی شکل و صورت ہون اور میرے محسن کی سعی و سفارش میرے لئے ہی مضر نہین ہے بلکہ میرے محسن کو بھی نقصان پہونچاتی ہے کیونکہ خرمن کے جلجانے سے دہقان کا نقصان ہوتا ہے - اس شعر مین اپنے محسن و مربی کی تشبیہ دہقان کے ساتھہ دی ہے - خون گرم دہقان کا یعنے کسان کی سعی و کوشش ہیولیٰ برق خرمن کا ہے یعنے برق خرمن کا مادہ ہے یعنے اسکی کوشش خرمن کو جلا دیتی ہے - مگر میرے آباد کرنے مین ایک شکل و صورت خرابی اور ویرانی کی پوشیدہ ہے یعنے مین آباد نہین ہوسکتا ہون کیونکہ در اصل اور در پردہ مین ویرانی اور خرابی کی شکل ہون لہذا جو کوئی میرا محسن و مربی بنتا ہے وہ خود نقصان اٹھاتا ہے اور میرے امیدون کا ڈھیر خاک دہ راکھ ہوجاتا ہے - تعمیر اور خرابی

صنعت تضاد ہے ۔

اُگا ہی گہر مین ہر سو سبزہ ویرانی تماشا کر	مدار اب کہودنے پر گہاس کے ہے میرے دربان کا

ویرانی = منادی ۔ اے حرف ندا محذوف ہے یعنے اے ویرانی ۔ تماشا کر = دیکہہ ۔ تماشا کرنا یعنے دیکہنا ۔ یہہ فارسی محاورہ ہے یعنے تماشا کردن کا ترجمہ ہے ۔ ویرانی تماشا کر یعنے اے ویرانی دیکہہ ۔ ہر سو = ہر طرف ۔ سارے جوانب مین ۔ کل اطراف مین ۔ یعنے میرا گہر ویران ہو گیا ہے اور اُس کے دروازے اور دیوارین گر گئین ہین اور اُس کے ہر ایک جانب مین سبزہ اُگا ہوا ہے جیسا ویران اور افتادہ مکانون مین ہوتا ہے ۔ اے ویرانی اس حالت کو دیکہہ ۔ دوسرے مصرع مین سبزے کی کثرت کا بیان ہے یعنے سبزہ اسقدر اُگا ہوا ہے کہ میرے گہر کا دربان اُسکو کھود کر بیچتا ہے اور اُسکی قیمت پر اپنی زندگی بسر کرتا ہے دربان کو تنخواہ دیجاتی ہے ۔ اب میرے دربان کی یہی تنخواہ ہے کہ میرے خانۂ ویران کی گہاس بیچکر اُسکی قیمت لیتا ہے

خموشی مین نہان خون گشتہ لاکہون آرزوئین ہین	چراغ مردہ ہون مین بے زبان گور غریبان کا

اگرچہ مین خاموش ہون اور زبان سے کچھہ نہین کہتا مگر میرے دل مین لاکہون آرزوئین خون شدہ موجود ہین ۔ غریبان = غریب کی جمع ہے اور غریب اُس شخص کو کہتے ہین جو اپنے وطن مین نہو ۔ گور غریبان یعنے اُن لوگونکی قبر جو پردیس مین مرے ہین ظاہر ہے کہ جو شخص پردیس مین مرا ہے

اُسکا کوئی پرسان وجویان نہین ہوتا کیونکہ شخص غریب الدیار کو کوئی جانتا اور پہچانتا نہین - جب غریب الدیار کی ایسی حالت ہوتی ہے توپھر اُسکی قبر پر چراغ کون جلاتا ہے - کیونکہ قبر پر چراغ روشن کرنا اہل بدعت کے پاس اعزاز و امتیاز کی بات ہے - لہذا دوسرے مصرع کے مجازاً یہہ معنے ہین کہ میرے احوال اور میرے آرزو نکا کوئی پرسان وجویان نہین ہے -

ہنوز اک پرتو نقش خیال یار باقی ہے	دل افسردہ گویا حجرہ ہے یوسف کے زندانکا

یعنے جمال یار کے تصور سے میرا دل سطرح نورانی اور منور ہے جسطرح حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن وجمال سے قید خانے کا حجرہ منور تہا - مگر = ظاہر ہے کہ زندانِ یوسف کا حجرہ یوسف علیہ السلام کے فروغ حسن جمال کیوجہ سے نورانی اور منور تہا اب شاعر کہتا ہے کہ ہمارے دل افسردہ مین ایک ذرا سا خیال جو ہمارے معشوق کا ہے تو اُسکی وجہ سے ہمارا دل بہی حجرۂ یوسف علیہ السلام کیطرح منور اور نورانی ہے - اس شعر مین مضمون کی نزاکت یہہ ہے کہ اپنے معشوق کے حسن وجمال کو حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن وجمال سے بہتر قرار دیا ہے دل افسردہ مشبہ اور حجرۂ یوسف علیہ السلام مشبہ بہ اور منور ہونا وجہ شبہ ہے - **پرتو** = عکس روشنی - چہاؤن - **نقش** = صورت **افسردہ** = غمگین - کملایا ہوا - غمگین اس کے مجازی معنے ہین اور یہان مجازی معنے

مراد ہین یہہ اسم مفعول ہے اور اسم مفعول بمعنی اسم صفت آتا ہے۔ دل افسردہ یعنے ہمارا دل افسردہ۔ ہمارا محذوف ہے۔ گویا = حرف تشبیہ ہے۔ درحقیقت لاجواب شعر کہا ہے۔

سبب کیا خواب مین آکر تبسم ہای پنہان کا		بغل مین غیر کی آج آپ سوتے ہین کہین ورنہ

معشوق کو رقیب کے ساتھہ جو وصل ہوگا تو عاشق کی آزردگی کا باعث ہوگا اور معشوق کا یہہ کام ہے کہ اپنے عاشق کو ستاوے اور رنج دیوے اور اسی غرض سے کہ عاشق کو رنج پہونچے غیر کی بغل مین سورہا ہے اور عاشق کو ستانیکے لئے اُسکے خواب مین آکر ہنستا ہے جس تبسم کی خیالی اور وہمی یہہ تعبیر ہے کہ ہم نے غیر کو اپنے وصال سے کامیاب کیا ہے یعنے معشوق جو خواب مین آکر مسکراتا ہے تو عاشق بدگمانی کی راہ سے یہہ سمجھتا ہے کہ غیر کو وصال معشوق حاصل ہوا ہے اور اسیواسطے معشوق مسکراتا ہے کہ دیکھو تمکو ہم نے اپنے وصال سے محروم رکہا اور غیر کو کامیاب کردیا لہذا عاشق اور زیادہ غم کہاتا ہے کیونکہ عاشقی مین وہم اور بدگمانی اور جنون بہت ملے ہوے ہوتے ہین **تبسم** = حقیقت مین مسکرانیکو کہتے ہین اور ہنسنے کے معنون مین بہی مستعمل ہوتا ہے پنہان تبسم کے صفات مین آتا ہے اور تبسم پنہان ایسے تبسم کو کہتے ہین جسکو سواے عاشق کے دوسرے لوگ دیکھہ نہ سکین یعنے معشوق اسطرح چہپکر یا دوپٹہ کا دامن وغیرہ آڑ کرکے مسکرائے کہ صرف عاشق اُسکو دیکہے اور دوسرا شخص دیکھنے نپاوے اور معشوق

ایسا تبسم اُسیوقت کرتا ہے جبکہ خود بھی اپنے عاشق پر مائل ہو۔

قیامت ہے سرشک آلودہ ہونا تیری مژگان کا	نہین معلوم کس کس کا لہو پانی ہوا ہوگا

سرشک = اشک اور آنسو کو کہتے ہین اصل مین سراشک ہے از قبیل سرچشمہ وسرپنجہ کے - قیامت ہے = یعنے بڑا کام ہے - بڑی بات ہے کار بزرگ و مہم عظیم ہے - یہہ چہ قیامت است کا ترجمہ ہے اور فارسی والے چہ قیامت است نہایت آفت خیز کے معنون پر لیتے ہین مژگان کا سرشک آلودہ ہونا کنایہ ہے رونے سے - کہتا ہے کہ اے معشوق تو جو روتا ہے یہہ ایک بہت بڑی بات ہے اور یہہ ایک آفت خیز معاملہ ہے - نہین معلوم تونے کون کونسے عاشقان وفادار کا قتل کردیا ہے کہ جسکی وجہ سے اب پچتاتا ہے اور روتا ہے کہ کیون قتل کردیا اُن کے وجود سے تو میری شہرت اور ناموری اور بھلائی تھی - حاصل یہہ کہ معشوق اپنے عاشقان صادق کے مقتول ہوجانے پر روتا ہے - کس کس کا یعنے کون کونسے عاشقان صادق کا -
پانی ہونا = یعنے بہنا کیونکہ پانی ایک سیال اور بہنے والا عنصر ہے لہذا پانی ہونیکے مجازی معنے بہنے اور روان ہونے اور جاری ہونے کے ہین -

کہ یہ شیرازہ ہے عالم کے اجزاے پریشان کا	نظر مین ہے ہمارے جادۂ راہ فنا غالب

یعنے اے غالب ہماری نظر مین جادۂ راہ فنا ہے کیونکہ جادۂ راہِ فنا عالم کے اجزائے پریشان کا شیرازہ ہے - یہہ کا مشار الیہ جادۂ راہ فنا ہے نہ نظر- عالم یعنے دنیا کو کتاب قرار دیا ہے - جادہ کے معنے راستہ کے ہین پھر جادۂ راہ فنا اضافت در اضافت محل تامل ہے شاید ضرورت وزن کے لحاظ سے اسطرح کہا ہے اب بعض لوگ اسکی تقلید کرکے قالب تن بیجان وغیرہ کہا کرتے ہین اہل لسان کے کلام مین اسطرح دیکھنے مین نہین آیا - دنیا کے جو پریشان اجزا ہین یعنے خواہشات نفسانی اور شہوات بہیمی یہہ سب موت کا خیال باندہنے سے فنا ہوجاتے ہین اور اسیواسطے یہہ مضمون حدیث شریف مین آیا ہے کہ موت کا ذکر ہادم لذات ہے یعنے خواہشات نفسانی اور طمع دنیوی کیوجہ سے آدمی پریشان خاطر رہتا ہے مگر جب موت کو یاد کرے اور انجام کو دیکھے اور خاتمہ پر نظر ڈالے تو دلکو کچھہ جمعیت حاصل ہوجاتی ہے -

نہو گا یک بیابان ماندگی سے ذوق کم میرا	حبابِ موجۂ رفتار ہے نقشِ قدم میرا

دوسرے مصرع کے یہہ معنے ہین کہ میرا نقش قدم بھی میرے ساتھہ ساتھہ چلا آتا ہے جسطرح موج کے ساتھہ موج کے بلبلے چلے آتے ہین اور حباب موجہ سے یہہ معنے نکلتے ہین - شعر کا مطلب یہہ ہے کہ میرا

ذوقِ صحرا گردی کبھی کم نہو گا۔ مولانا ذوق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین

؎ وہ ہون مین رہ نوردِ شوق میرے ساتھہ جاتا ہے ✤ بہ رنگ سایۂ مرغ ہوا نقشِ قدم میرا ✤ اور اس ہیچمیرز کا شعر ہے ؎ یہہ شوق قطع راہ ہے مجکو کہ دشت مین ✤ مجھہ سے بھی گرم تر مرا نقشِ قدم ہوا ✤ ان تینون اشعار کا مضمون ایک ہے مگر پیرایہ جُدا جُدا ہے اور مضمون یہہ ہے کہ ہمکو ذوقِ دشت نوردی و شوقِ صحرا گردی بیحد و بے انتہا ہے اور میری راے مین ذوق علیہ الرحمۃ کا شعر سب سے بہتر ہے کیونکہ نزاکتِ تشبیہ کے علاوہ قریب الفہم ہے۔ مرزا غالب نے یہہ مضمون نقش قدم متعلق کہا ہے اور درحقیقت حبابِ موجۂ رفتار کی تشبیہ تازہ و جدید ہے مگر بعید الفہم ہے اور جو دلچسپی ذوق کی تشبیہ مین ہے وہ اس تشبیہ مین نہین ہے مگر تاہم عمدہ تشبیہ ہے ماندگی = تھکاوٹ۔ تکان۔ یک بیابان = کثرت اور افراط کے موقع پر بولتے ہین اور اسکے معنے کثیر اور بے انتہا اور نہایت کے ہین۔ موجہ = موج اور موجہ مترادف ہین یعنے جو معنے موج کے ہین وہی معنے موجہ کے ہین۔ موجہ مزید علیہ ہے موج کا اور موجہ کی ہ زائد ہے۔

محبت تھی چمن سے لیکن اب یہہ بے دماغی ہے	کہ موجِ بوے گل سے ناک مین آتا ہے دم میرا

یعنے اب بوے گل میرے موافق مزاج و سازگار طبیعت نہین ہے بے دماغی = یعنے بے پروائی و اعراض و انکار۔ بوے گل کو موج کے ساتھہ تشبیہ دیتے ہین

اور ہر ایک بو کو موج کے ساتھہ تشبیہ دے سکتے ہین مگر بو کی افراط و طغیانی وکثرت شرط ہے اگر افراط بو کی نہو تو اسکو موج کے ساتھہ تشبیہ نہین دے سکتے۔ اس شعر کے مضمون سے بوے فراق آتی ہے اور فراقیہ مضمون معلوم ہوتا ہے۔ کہ = کاف بیانیہ ہے جو بے دماغی کا حال بیان کرنیکے لئے آیا ہے چمن سے = یعنے چمن کے ساتھہ۔ یہہ سے معیت کے معنے دیتا ہے۔ موج بوے گل سے یعنے بسبب موج بوے گل کے۔ یہہ سے سببیہ ہے اور علت بیان کرتا ہے۔ شعر نہایت عمدہ اور صاف ہے۔

سراپا رہن عشق و ناگزیر الفت ہستی	عبادت برق کی کرتا ہوں اور افسوس حاصل کا

خواجہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین ؎ ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ٭ ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما۔ اور میر حسن دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین ؎ در عاشقی بمیر حسن تا شوی تمام ٭ نشنیدۂ ہر آنکہ بمیرد تمام شد۔ ان ابیات کا حاصل یہہ ہے کہ عشق و عاشقی مین جو شخص مرجاتا ہے وہ زندگی دوام پاتا ہے۔ کیونکہ جو شخص عاشق پاک ہوکر مریگا وہ شہید کا درجہ پایگا جیسا کہ حدیث شریف مین آیا ہے مَنْ عَشِقَ وَعَفَّ وَمَاتَ فَمَاتَ شَهِيدًا اب میرزا غالب یہہ فرماتے ہین کہ مین سراپا رہن عشق ہون لہذا مجکو حیات جاوید و زندگی دوام حاصل ہو ہی ہے اور اس حیات جاوید کے حاصل کرنے مین مین مجبور

معذور ہون کیونکہ سراپا مرہون عشق ہون اور عشق و عاشقی پاک کا یہہ نتیجہ ہے کہ حیات جاوید حاصل ہو جائے مگر مین نے جو عشق و عاشقی کی تہی تو اُسکی غرض اور غایت یہہ تہی کہ مین فنا کا طالب تہا اور معدوم ہونا چاہتا تہا کیونکہ عشق کو مہلک اور جان ستان اور فنا کنندہ جانتا تہا مگر میرے عندیہ کے برخلاف مجکو ہستی حاصل ہوی اور ناگزیر ہستی کی محبت والفت میرے دامنگیر ہوی لہذا میرزا صاحب دوسرے مصرع مین تعجب و تحیر کرتے ہین اور کہتے ہین کہ عشق جو برق کے مانند ہے اسکی عبادت محض سوختہ و فنا ہونے کے لئے کرتا تہا مگر مجکو فنا کے عوض مین بقا حاصل ہوا تو اس حاصل پر جو میری مرضی اور میری خواہش کے برخلاف ہے افسوس کرتا ہون کیونکہ مقتضاے عالم زندگانی افسوس ہے۔ المختصر یہہ کہ ہم نے عاشقی کرکے حیاتِ جاوید حاصل کیا جو ہم کو ناگوار اور ناپسند ہے۔ کیونکہ ہم تو فنا کے طالب تھے۔ اس شعر مین تعقید معنوی بہت کچھہ ہے اور یہہ شعر جادۂ خیال بندی کا عمدہ نمونہ ہے۔ کیونکہ ایک صاف مضمون کو کسقدر پیچیدہ بنا کر لکہا ہے۔ پہلا مصرع پورا فارسی ہے مصرع سراپا رہنِ عشق و ناگزیر الفتِ ہستی۔

بقدرِ ظرف ہے ساقی خمارِ تشنہ کامی بھی	جو تو دریاے مے ہی تو مین خمیازہ ہون ساحل کا

ظرف = یعنے حوصلہ استعداد و لیاقت۔ خمیازہ = انگڑائی۔ شاعر نے اس شعر مین ساقی کو دریا سے اور اپنی ذات کو ساحل سے تشبیہ دی ہے

بقدر = باندازہ - بمقدار تشنہ کامی = تشنگی اور پیاس - خمار = اعضا شکنی و درد سر وغیرہ خراب حالت جو شراب کا نشہ اتر جانے کے بعد پیدا ہوتی ہے - ساقی = منادی یعنے اے ساقی - کہتا ہے کہ جسقدر ساقی کے پاس شراب ہے اُسیقدر مین تشنہ اور پیاسا ہون یعنے ساقی سے مجکو کوئی فایدہ اور فیض حاصل نہین ہے اگر ساقی دریاے شراب ہے تو مین ساحل تشنہ کامی ہون یعنے مجکو ساقی سے کچھہ فایدہ نہین چنانچہ مرزا صائب تبریزی رح فرماتے ہین ؎ تہی دستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل ✤ کہ خضر ع از آب حیوان تشنہ می آرد سکندر را - مرزا غالب کہتے ہین کہ میرا بھی ایسا ہی حال ہے - حالانکہ ساقی دریاے شراب ہے مگر مین ساحل کیطرح تشنہ کام اور ناکام ہون باوجودیکہ ساقی سے نزدیک ہون مگر فیض یاب نہین ہون اور تشنہ دہن و خشک لب ہون جیسے ساحل کہ دریا سے نزدیک ہے مگر تشنہ اور خشک اور سوکھا ہوا ہے -

جسقدر ساقی فراخ حوصلہ ہے اُسیقدر مین محروم القسمت ہون - ظرف یعنے ظرف ساقی - ظرف کا مضاف الیہ جو ساقی ہے اُسکو قائل نے خذف کردیا ہے تاکہ کلام مین وقت اور اشکال پیدا ہو - یہان یہہ بات معلوم کرنا ضرور ہے کہ ظرف کس کا طرز بیان سے ظاہر ہے کہ یہان ساقی کا ظرف مراد ہے - اس شعر مین ایک پہلو یہہ ہے کہ ساقی سے طلب شراب پائی جاتی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شخص خمار زدہ ساقی سے شراب طلب کرتا ہی اور شراب مانگتا ہے - جیسے کوئی غریب آدمی کسی امیر سے کہے کہ آپ امیر ہین

تو مین فقیر ہون اس جملہ مین کنایۃً ایک گونہ طلب حال اور سوال پایا جاتا ہے
- اگرچہ صراحت نہین ہے

محرم نہین ہے تو ہی نواہاے راز کا	یان ورنہ جو حجاب ہے پردہ ہے ساز کا

یان = یعنے دنیا مین یا محفل سماع یا بزم نشاط مین - **مُحرم** = رازدار - واقف کار اور یہہ مجازی معنے ہین - بعض گروہ صوفیہ کے پاس سماع جائز ہے اور یہہ سمجھتے ہین کہ اسکے ذریعہ سے تقرب الی اللہ حاصل ہوسکتا ہے - تو معلوم ہوا کہ اس شعر مین مخاطب علماے ظاہر ہین یا وہ لوگ مخاطب ہین جو سماع کے مخالف ہین - شاعر کہتا ہے کہ اے مُخالفِ سماع تو نواہاے راز کا رازدار اور واقف کار نہین ہے اگر تجکو وقوف ہوتا تو تو ہر ایک حجاب کو پردہ ساز تصور کرتا - یعنے سماع کی مخالفت عدم وقوف کی وجہ سے ہے - ساز مین پردے ہوتے ہین لہذا حجاب کا لفظ ساز کے ساتھہ مناسبت کہتا ہے - **نوا** = یعنے نغمہ اور موسیقی کے مقامون سے ایک مقام کا نام ہے لہذا یہہ لفظ بھی ساز کے ساتھہ مناسبت رکھتا ہے - **حجاب** = پردہ

رنگ شکستہ صبح بہار نظارہ ہے	یہہ وقت ہے شگفتن گلہاے ناز کا

ناز = سواے معنی مشہور کے سرو کے اقسام مین سے ایک قسم ہے اور اسکو ناز اسواسطے کہتے ہین کہ متمائل نہین ہوتا - یہہ بات معلوم ہے کہ سرو کو پھول اور پھل نہین ہوتے یہان شاعر نے یہہ مضمون اخذ کیا ہے کہ ہم عاشقون کا

گلستان اور ہم عاشقون کی صبح بہار ہمارا ہی رنگ شکستہ ہے اور کچھہ نہین ۔ جیسے سرو ناز کو پہول اور پہل نہین ہوتے اسیطرح ہماری صبح بہار نظارہ کو پہول اور پہل نہین ہوتے بلکہ یہان صبح بہار ہی نہین ہے صرف ہمارے ہی رنگ شکستہ کا نظارہ ہے ۔ یہان باغ کہان اور یہان بہار کہان ۔ یہان سرو ناز کے پہول کہل رہے ہین ظاہر ہے کہ سرو کو پہول نہین ہوتے اس سے یہہ بات نکالی کہ ہمکو بہار اور باغ نہین ہے بلکہ ہم شکستہ خاطر اور شکستہ رنگ ہین **شوکت** بخارائی کا شعر ہے ؎ ز جوش گریہ ما گاہوارہ بیتاب است بیاض دیدۂ آہوست شیر دایہ ما * جو علما اور ادبا شوکت کی طرز خیال بندی سے نا آشنا اور نا واقف تھے اُنہون نے شوکت کے اس شعر پر یہہ اعتراض کیا تہا کہ ہرن کی آنکہہ مین سفیدی نہین ہوتی اور بعض صاحبون نے ارشاد فرمایا تہا کہ شاید ایران کے ہرنون کی آنکہہ مین سفیدی ہوتی ہوگی غرض خیال بندی نے بہت سے لایق لوگون کو بہکا دیا اور یہہ بات ذہن مین نہ آئی کہ قائل کا عین مقصود یہی ہے کہ ہرن کی آنکہہ مین سفیدی نہین ہوتی ہے اور اسیواسطے یہہ کہا ہے کہ ہماری دایہ کا دودہ چشم آہو کی سفیدی ہے چونکہ ہرن کی آنکہہ مین سفیدی نہین ہوتی لہذا اُس سے یہہ استعارہ کیا کہ دُودہ نہین ہے ۔ مرزا غالب مرحوم چونکہ شوکت کے مقلد تھے لہذا انہون نے شوکت کی اسی ترکیب سے یہہ ترکیب نکالی ہے اور درحقیقت مرزا کا یہہ شعر اپنے رنگ مین لاجواب ہے اور مرزا کی عالی دماغی اور نازک خیالی کا عمدہ ثبوت دے رہا ہے ۔ خیال بندی ہے

عمدہ چیز مگر اُسیوقت جب اُسکے اصول اور قواعد مقرر ہو جائین - مرزا غالب کے اس شعر کے معنے جو مین نے بیان کئے ہین اُن کے سوائے کوئی دوسرے معنے مربوط اور چسپان نہین ہوتے - شوکت بخارائی کا ایک اور شعر اسی قسم کا ہے وہ کہتا ہے ؎ شنیدہ اند بتان ہین کلام مرا * نوشتہ اند بآب عقیق نام مرا - آب عقیق = کوئی سیال چیز نہین ہے جس سے کچھہ لکھہ سکین - پس آب عقیق یعنے جلای عقیق اور رونق عقیق - لہذا دوسرے مصرع کا یہہ مطلب ہے کہ بتان ہین مجکو بہول گئے اور فراموش کر گئے دیکھئے خیال بندی اور تازہ تراکیب یہہ ہین جو نہایت لذیذ اور دلچسپ ہوتے ہین مگر بعض مضمون جادہ خیال بندی مین بالکل غیب ور بے پتہ ہو جاتے ہین یہہ اون کے مصنفون کی کم استعدادی کا باعث ہے یا خیال بندی کے فروع اور اصول مقرر نہونے کا سبب ہے یا یہہ جادہ ہی کچھہ ایسا ہے کہ کہین بہار اور لطف دیتا ہے اور کہین دردسر اور رنج پہونچاتا ہے اور کہین غائب از نظر ہو جاتا ہے نظارہ - یعنے دیکھنا - یہہ لفظ تشدید کے ساتھہ ہی مگر تخفیف کے ساتھہ بھی بولتے ہین - رنگ شکستہ = یعنے رنگ رفتہ - جو رنگ چہرہ سے اُڑ گیا اُسکو رنگ شکستہ کہتے ہین - شکستہ رنگ کے صفات مین سے ہے -

مین اور دُکھہ تری مژہ ہاے دراز کا	تو اور سوے غیر نظر ہاے تیز تیز

دونون مصرعون مین اور ملازمہ کا ہے یعنے تیرے لئے وہ لازم ہے اور میرے لئے

یہہ لازم ہے یعنے غیر کی طرف تیز تیز نگاہین کرنا تیرے لئے لازم ہے اور تیرے مژگان دراز کا غم کہانا میرے لئے لازم ہے۔ مطلب یہہ کہ معشوق جو غیر کی جانب یکھتا ہے تو مجکو غم والم ہوتا ہے دکھ = رنج واندوہ وغم والم۔ غیر = رقیب۔

صرفہ ہی ضبط آہ مین میرا۔ وگرنہ مین	طعمہ ہون ایک ہی نفس جانگداز کا

صرفہ یعنے فایدہ ومنفعت ونفع۔ طعمہ = نوالہ ولقمہ نفس = دم اور سانس۔ اگر ضبط آہ نکرون تو ایک ہی نفسِ جانگداز کا طعمہ ہون لہذا ضبط آہ مین میرا صرفہ ہے۔

ہین بسکہ جوش بادہ سے شیشے اوچہل رہے	ہر گوشہ بساط ہے سر شیشہ باز کا

جب شراب تیز اور تند ہوتی ہے تو شیشے شراب کے خود بخود اُچہلتے ہین اور ٹوٹ جاتے ہین جیسے سوڈا واٹر اور لمونیڈ کے شیشے کہ جب سوڈا وغیرہ تیز اور پرجوش ہوتا ہے تو شیشے خود بخود اُڑتے ہین اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہین۔ بساط = یعنے فرش۔ ازبسکہ جوشِ بادہ سے شیشے اوچہل رہے ہین لہذا بساط کا ہر ایک گوشہ گویا شیشہ باز کا سر ہے۔

کاوش کا دل کرے ہے تقاضا ہی ہنوز	ناخن پہ قرض اس گرہ نیم باز کا

گرہِ نیم باز سے مراد دل ہے۔ دل اور گرہ مین تشبیہ ہوتی ہے وجہ شبہ

کو چلکی اور مدور ہونا ہے - نیم باز = یعنے نیم کشادہ اور آدہا کہلا ہوا - کرے ہے = اب متروک ہے اسکی جگہ مین کرتا ہے یا کریگا کہتے ہین کہ = کاف تعلیل کا ہے اسکے معنے ہین کیونکہ - یہان ناخن کے حقیقی معنے مراد ہین کیونکہ دل کو گرہ نیم باز کہا ہے اور گرہ کے لئے ناخن حقیقی درکار ہے نہ مجازی - کاوش = کاوِیدن کا حاصل بالمصدر ہے کاوش یعنے کہودنا - تفحص و تجسس - یہہ کاو کاو کا مترادف ہے اور اس کے معنے بہی اسی رسالے مین مفصل لکہہ چکا ہون - اس شعر مین دل قرض دہ اور ناخن قرض گیر اور کاوش قرض ہے اسیواسطے دل اپنے مال کا تقاضا کرتا ہے جو کاوش ہے -

تاراجِ کاوشِ غمِ ہجران ہوا اسد		سینہ کہ تہا دفینہ گہرہاے راز کا

دفینہ = جو مال زمین مین دفن ہو اسکو دفینہ کہتے ہین - مجازی معنے خزانے کے ہین - سینہ مبتدا اور تاراج کاوشِ غمِ ہجران اسکی خبر اور ہوا فعل ناقص ہے - اسد = منادیٰ یعنے اے اسد - یعنے غمِ ہجران نے میرے سینہ کو جو گہرہاے راز کا دفینہ تہا برباد کر دیا یعنے غمِ ہجران نے ہمکو مار ڈالا اور ہمارے مرگ کا باعث ہوا اور ہماری کچہہ قدر نکی - سے

تاراج کاوشِ غمِ ہجران شد اسد ﴿ سینہ کہ بد دفینہ گہرہاے راز را ﴾ ذرا سے تغیر مین شعر فارسی ہو گیا -

بزم شاہنشاہ مین اشعار کا دفتر کہلا		رکہیو یارب یہہ درِ گنجینۂ گوہر کہلا

گنجینۂ گوہر یعنے بزم شاہنشاہ - مطلب یہہ ہے کہ ہمارے شاہنشاہ کو شعر و شاعری کا ذوق و شوق ہوا ہے اور خود شاہنشاہ شعر کہتے ہین اور شاعرون کی قدر کرتے ہین چونکہ مین بہی شاعر ہون لہذا یہہ دعا دیتا ہون کہ خداے تعالی بزم شاہنشاہ کو قایم رکہے تا کہ میری بہی کبھی کچھہ قدر ہو جائے اور انعام و خطاب ملجائے - پہلا کہلا ماضی مطلق کے معنے پر اور دوسرا کہلا اسم مفعول کے معنے پر ہے - مصرع ثانی مین جو کہلا ہے اُسکے یہہ معنے ہین کہ کہلا ہوا - الحاصل یہہ در گنجینہ گوہر یعنے یہہ در بزم شاہنشاہ کہلا ہوا رکہیو - رکہیو اب متروک ہے اسکی جگہ مین رکہہ یا رکہنا کہتے ہین - دوسرے معنے یہہ ہین کہ گنجینہ گوہر اشعار کا دفتر ہے - اور بزم شاہنشاہ اُس گنجینہ کا در ہے یعنے بزم شاہنشاہ مین عمدہ اور منتخب اشعار جو جواہر کے جیسے ہین اُنکا تذکرہ اور چرچا ہے لہذا مین جو شاعر اور سخن شناس ہون دعائے خیر دیتا ہون کہ وہ دروازہ ہمیشہ کہلا ہوا رہے - دونون معنون کا حاصل ایک ہے کہ بادشاہ کو شعر و سخن کا ذوق و شوق ہوا ہے - اللہ تعالی بادشاہ کو سلامت رکہے -

اس تکلف سے کہ گویا بتکدہ کا در کہلا		شب ہوی پہر انجم رخشندہ کا منظر کہلا

ظاہر ہے کہ جب ہندو لوگ بتکدہ کا دروازہ کہولتے ہین تو روشنی کرتے ہین اور چراغین جلاتے ہین اور بہی انواع و اقسام کی آرایشین اور تکلفات کرتی ہین منظر - یعنے نظرگاہ مناظر اسکی جمع ہی انجم - ستارے - کواکب - نجم اسکا واحد ہے

گرچہ ہون دیوانہ پر کیون دوست کا کہاؤن فریب	آستین مین دشنہ پنہان ہاتھہ مین نشتر کھلا

دشنہ حقیقت مین ساطور کو کہتے ہین جس سے گوشت کاٹتے ہین اور یہہ فارسی زبان کا لفظ ہے ساعد اور کلائی کی تشبیہ اسکے ساتھہ دیجاتی ہے جیسے ابرو کی تشبیہ کمان اور تلوار سے اور نظر کی تشبیہ تیر اور تلوار سے دیتے ہین - یہہ شعر حزرائے ساعد معشوق کی تعریف مین کہا ہے اور اُسکے ساعد حسین کو اپنے لئے دشنہ و ساطور قرار دیا ہے یعنے جس ہاتھہ مین فصد دیوانہ کے لئے نشتر ہے وہی ہاتھہ میرے لئے باعث جنون ہو رہا ہے - اس شعر مین دوست کا لفظ ایسا ہے کہ نفاق کے معنے مربوط نہین ہوتے کیونکہ منافق کو دوست کہہ نہین سکتے - یہہ بہی ممکن ہے کہ طعن و طنز کی راہ سے دوست کہا ہو اور مراد دشمن ہو مگر ان معنون مین تعقید معنوی بہت ہے - کھلا = یعنے کہلا ہوا - ماضی مطلق کا صیغہ اسم مفعول کے معنون مین آتا ہے -

گو نہ سمجھون اُسکی باتین گو نہ پاؤن اُسکا بہید	پر یہ کیا کم ہے کہ مجہسے وہ پری پیکر کہلا

اُسکی باتین اور اُسکا بہید اضمار قبل الذکر ہے ان ضمیرون کا مرجع پری پیکر ہے جو مصرع ثانی مین آیا ہے - گو = اگرچہ - ہرچند - پر - یعنے مگر جو استثنا کیواسطے آتا ہے مگر پر ان معنون پر اب متروک ہے - پری پیکر = پیکر پری دارندہ - پیکر جسم اور جثہ کو کہتے ہین - یہہ اسم صفت مرکب ہے اور ایسے معشوق کو کہتے ہین جسکا جسم از سرتاپا بہت حسین اور خوبصورت ہو -

ہے خیال حسن مین حسن عمل کا سا خیال	خلد کا اک در ہے میری گور کے اندر کھلا

کہلا یعنے کہلا ہوا حسن عمل کا سا یعنے حسن عمل کیطرح اور حسن عمل کی مانند

زلف سے بڑہکر نقاب اُس شوخ کے منہ پر کہلا		منہ نہ کہلنے پر ہی وہ عالم کہ دیکہا ہی نہین

عالم یعنے حالت وکیفیت - بعض عورتون اور معشوقون کے چہرہ پر نقاب بہت خوشنما معلوم ہوتا ہے اور بعض کے چہرون پر برعکس - نقاب مذکر ہے جیسا کہ مرزا نے یہان کہا ہے - مگر لکہنو والے نقاب کو مؤنث باندہتے ہین چنانچہ امانت کہتے ہین ؎ چہرہ سے اپنے دور جو اُس نے نقاب کی ؛ رنگت سفید شب کو ہوی ماہتاب کی ؛ منہ نہ کہلنے پر یعنے حالانکہ منہ نقاب کے اندر ہے -

جتنے عرصہ مین مرا لپٹا ہوا بستر کہلا		در پہ رہنے کو کہا اور کہکے کیسا پہر گیا

یعنے میرا معشوق ایسا متلون المزاج ہے کہ مجکو در پہ رہنے کو کہا اور جب مین نے اُسکا حکم سنکر اپنا بستر اُسکے دروازے پر کہولا تو اتنے مین معشوق نے مجکو منع کردیا اور یہہ کہا کہ اپنا بستر اُٹھالے اور یہان سے چلدے یا فرار ہو - غرض اس شعر مین شاعر نے اپنے معشوق کا تلوّن اور عدم استقلال بیان کیا ہے اور یہہ کہتا ہے کہ معشوق بسبب تلون کے مجہہ سے بہت جلد منحرف ہوگیا اور اپنے قول سے پلٹ گیا - عرصہ یعنے مدت اور وقت اور اتنا - کہلا یعنے در پر کہلا -

آج اُدہر ہی کو رہیگا دیدۂ اختر کہلا		کیون اندہیری ہے شب غم ہے بلاؤن کا نزول

اندہیری اور شب تاریک مین کواکب اور تارے زیادہ چمکتے ہین اور بسبب چاند کی
روشنی نہونے کے تارون کی روشنی اور درخشندگی شب تار مین بہت بڑہجاتی
ہے لہذا اس شعر کا مضمون بداہت اور فطرت آسمانی کے برخلاف ہے
اور اس شعر مین بداہت کا انکار ہے۔ شاید شاعر نے اپنے عالم خیال مین
ایک بات فرض کرلی ہے جو بے لطف ہے جو لوگ فطرت کے دلدادہ
اور حقایق کے گرویدہ ہین وہ اس شعر کے مضمون سے غالباً متعجب ہونگے
اور اس شعر کی شرح مین یہہ قید لگائی کہ عرش پر سے بلائین اُترتی ہین
اور عرش کو منسوب بہ بلیات و آفات کرنا صحیح نہین کیونکہ ادب کے خلاف
ہے اور عرش جو اللہ تعالی کا استواگاہ ہے اُسکو عیب لگانا اور بدنام کرنا ہے
شعرا وغیرہ نے آسمان کو بلا کے ساتھہ منسوب کیا ہے نہ عرش کو اس شعر کے
معنے جو میرے ذہن مین آتے ہین وہ یہہ ہین کہ غم کی رات مین ہمارے
گھر مین اندہیری ہے اور چراغ نہین ہے اور تارون کی اور چاند کی روشنی
بھی ہمارے گھر مین نہین آتی ہے کیونکہ ابر حائل ہے اور تارون کی
آنکھین یا مہتاب کی آنکھہ ابر و سحاب کی طرف کہلی ہوی ہے نہ ہمارے گھر
کی جانب۔ فارسی مین ضرب المثل ہے مصرع خانۂ درویش را شمعے بلز
مہتاب نیست۔ میرزا یہہ کہتے ہین کہ غم کی رات مین ہمارے گھر کو شمع مہتاب
بھی نصیب نہین ہے کیونکہ ابر حائل اور مانع ہے اور دیدۂ مہتاب ابر کیطرف
کہلا ہوا ہے۔ بہرحال اس شعر مین اپنی بدبختی اور بدقسمتی کو ظاہر کیا ہے
کہلا۔ یعنے کہلا ہوا۔ ماضی مطلق بمعنی اسم مفعول آتا ہے۔ میرزا صاحب کی

اس طرز گفتار مین صرف اشارات وکنایات ہین جنکے ہر ایک شخص جُدا جُدا معنے بیان کرتا ہے اور اشارات وکنایات مین ہوتا یہی ہے کہ کوئی معنی معیّن ومقرر نہین ہوسکتا کیونکہ جہان صراحت اور وضاحت نہو تو سامع کا خیال ادراک معنی کے لئے چوطرف دوڑتا ہے اور جو معنے اُسکے ذہن مین مدرک ہون اُنہی مضمون کو کچھہ یقین اور کچھہ شبہ کے ساتھہ یہہ سمجھتا ہے کہ قائل کا مقصود ہے اسیواسطے ایسی طرز گفتار کو شعرا ے فصاحت شعار ناپسند کرتے ہین اور معیوب جانتے ہین کیونکہ وہ آیات بیّنات کے شائق وطالب ہین اس شعر کے ایک دوسرے معنے یہہ بہی ہوسکتے ہین کہ دیدۂ اختر ہمارے معشوق کیطرف کہلا ہوا ہے نہ ہماری طرف ۔ یعنے کواکب وسیارات ہمارے معشوق کے نظارہ مین اور ہمارے محبوب کے دیکھنے مین مصروف ہین لہذا اُن کی روشنی ہمارے کاشانہ تک نہین پہونچتی ۔ اور اسوجہ سے ہمارا گہر تاریک ہے اور ہمارے گھر مین بلاؤ نکا نزول ہورہا ہے اُدہرہی کو = یعنے معشوق کے طرف ۔

شعلۂ جوالہ ہر یک حلقۂ گرداب تھا		شب کہ برق سوز دل سے زہرۂ ابر آب تھا

اس شعر کے مصرع ثانی مین تھا کی جگہ بود لکھدیجئے تو سالم مصرع فارسی بنجاتا ہے مصرع شعلۂ جوالہ ہریک حلقۂ گرداب بود ۔ اور پہلے مصرع مین ہے اور تھا دو لفظ اردو کے ہین باقی کل الفاظ اور تراکیب فارسی کے ہین ۔ مرزا کا کلام سمجھنے مین اردو والون کو جو دقتین پیش آتی ہین از انجملہ

ایک قت یہہ بہی ہے کہ میرزا کے کلام مین فارسی بہت ملی ہوی ہے اور فارسی
بہی وہ فارسی جو میرزا بیدل اور ناصر علی کی فارسی ہے نہ کہ فصحاے عجم کی
فارسی ظاہر ہے کہ بیدل اور ناصر علی کی فارسی مین ایسے مشکل تراکیب اور پیچیدہ
اسالیب کثرت سے موجود ہین جو اصلی فارسی یعنے روزمرہ ایران مین نہین
ہین اسیواسطے اہل لسان اور اُن کے پیرو بیدل اور ناصر علی کی فارسی کو
فارسئی ہندی اور بے معنی اور لغو و پوچ و پا در ہوا و خرافات کے خطابات
دیا کرتے ہین - جَوّالہ = بہت اطراف پہرنیوالا - یہہ مبالغہ کا صیغہ ہے -
اسکا مصدر جَوْل ہے او رجَوْل کے معنے اطراف پہرنے کے ہین - یہہ لفظ
شعلۂ تیز و تُند کی صفت مین اکثر آتا ہے - شعلۂ جوّالہ یعنے وہ شعلہ جو جلانے
کے لئے اطراف بہت پھرتا ہو - جَوْل فتح کے ساتھہ آتا ہے
یعنے جیم پر فتحہ ہے - **زہرہ آب ہونا** = زہرہ پگہل جانا
یعنے نامرد ہو جانا بہت ڈرنا - نہایت خوف کہانا یہہ فارسی
محاورے زہرہ آب شدن کا ترجمہ ہے زہرہ فارسی مین پتے کو
کہتے ہین شاعر نے اس شعر مین سوز دل کو برق کے ساتھہ
تشبیہ دی ہے اور کہتا ہے کہ میرے سوز دل سے رات کو
ابر بہت ڈرتا تہا کیونکہ میرے سوز دل کا ہر ایک شعلہ جوالہ حلقہ گرداب
کی مانند تہا - ظاہر ہے کہ جو شی گرداب مین آجاتی ہے وہ پھر نجات
نہین پاتی اور گہوم گہوم کر ہلاک ہو جاتی ہے - اسیواسطے ابر اپنی
ہلاکت سے خوف کہاتا تہا کہ مبادا کسی شعلہ جوالہ مین پہنس جائیگا

تو ہلاک ہو جائیگا۔

وان کرم کو عذر بارش تھا عنان گیر خرام	گریہ سے یان پنبۂ بالش کف سیلاب تھا

یعنے ہمارے پاس آنے مین معشوق کو یہہ عذر تھا کہ بارش ہے اسوجہ سے معشوق آنہین سکتا تہا کیونکہ کیچڑ اور پانی مین آنا ممکن تہہا اور معشوق کی جدائی و فرقت مین ہمارا یہہ حال تھا کہ ہم بہت روتے تھے اور ہم اسقدر روئے کہ ہمارے گریہ سے ہماری بالش کا پنبہ کف سیلاب کیطرح پانی پر یعنے آب گریہ پر تیر رہا تہا بلکہ کف سیلاب نہ تہا پنبۂ بالش ہی تہا جو تیر رہا تھا۔ پنبہ اور کف مین مشابہت ہے اور وجہ شبہ سفیدی و نرمی ہے۔ بالش یعنے تکیہ۔

یان نفس کرتا تھا روشن شمع بزم بیخودی	جلوۂ گل وان بساط صحبت احباب تھا

یان نفس الخ اس مصرع کی ترکیب نحوی یہہ ہے کہ نفس فاعل ہے اور روشن کرتا تھا اسکا فعل مرکب ہے اور شمع بزم بیخودی مفعول بہ ہے یعنے ہمارا نفس بزم بیخودی کی شمع کو یہان روشن کرتا تہا۔ روشن کرنا = مصدر مرکب ہے نفس مذکر ہے جیساکہ مرزا نے یہان باندہا ہے۔ اس مصرع کے یہہ معنے ہین کہ ہم بسبب شدت غم و اندوہ کے بیخود و بیہوش تھے۔

یان ہجوم شور بیخوابی سے تھا دیوار جو	وان وہ فرق ناز محو بالش کمخواب تھا

دوسرے مصرع کے یہ معنے ہین کہ معشوق آرام واستراحت کر رہا تہا - فرق ناز یعنے سر ناز فرق تالو کو کہتے ہین مگر یہان قاعدۂ مجاز مرسل کے روسے سر مراد ہے - **محو** یعنے مصروف ومشغول - **بالش** = تکیہ **کمخواب** = ایک قسم کا ریشمی کپڑا ہے جو قیمتی زردوزی و پرتکلف ہوتا ہے - **پرشور** = دیوانہ شور سے بہرا ہوا - **دیوارجو** = دیوار ڈہونڈنے والا - جو یہان امر کا صیغہ ہے جستن سے - دیوارجو اسم فاعل ترکیبی ہے -

ناگہان اس رنگ سے خونابہ ٹپکانے لگا	**دل کہ ذوق کاوش ناخن سے لذت یاب تہا**

یہان ناخن حقیقی مراد نہین ہے بلکہ ناخن مجازی مراد ہے - **رنگ** یعنے طرز وطریقہ وطور - ٹپکانے لگا کا فاعل دل ہے -

نالۂ دل مین شب انداز اثر نایاب تہا	**تہا سپند بزم وصل غیر گو بیتاب تہا**

پہلے مصرع کے یہہ معنے ہین کہ رات کو نالۂ دل مین اثر نہ تہا اور نالۂ دل غیر موثر تہا مصرع دوم مین اثر نہونے کا ثبوت بیان کیا ہے اور اس مصرع کی ابتدا مین کیونکہ کا لفظ مقدر ہے - اور اس مصرع ثانی کے یہہ معنے ہین کہ وصال یار سے غیر کامیاب تہا رات کو مین - مطلب یہہ ہے کہ دل میرا سپند بزم تہا ظاہر ہے کہ سپند آگ پر بیقرار ہوتا ہے اس سے یہہ کنایہ کیا کہ میرا دل بیقرار او بیتاب تہا اور بیقراری کی وجہ یہہ تھی کہ وصل غیر کو دیکہتا تہا چونکہ وصل یار غیر کو حاصل تہا اور اسوجہ سے میرا دل بیقرار تہا تو معلوم ہوا کہ نالۂ دل

مین رات کو کچھہ اثر نہین تھا۔ اگر میری نالۂ دل مین اثر ہوتا تو غیر کا سباب نہوتا۔ چونکہ سپند کو آتش پر ڈالنے سے چٹ پٹ کی آواز آتی ہے لہذا یہان لفظ سپند نالۂ دل کے ساتھہ کمال مناسبت اور لطف رکھتا ہے سپند = کسی قسم کے بیج اور تخم ہین جنکو نظر بد دفع کرنے کیلئے جلاتے ہین بعض لوگ کہتے ہین کہ مہندی کے بیجون کو سپند کہتے ہین ذرا سے تغیر مین مصرع ثانی فارسی بنگیا مصرع بُد سپند بزم وصل غیر را بیتاب بود۔

مقدم سیلاب سے دل کیا نشاط آہنگ ہی ۔۔۔ خانۂ عاشق مگر ساز صدائے آب تھا

نشاط آہنگ - یعنے خوشی کی الاپ رکھنے والا یعنے خوش و مسرور و شاد و آہنگِ نشاط دارندہ - یہہ اسم صفت مرکب ہے اور یہہ ترکیب خیال ہندوان کی مخترعہ ہے - اہل لسان ایسے تراکیب محدثہ سے احتراز کرتے ہین مقدم = آنا - آمدن - ساز = باجہ کو کہتے ہین - اس شعر مین کوئی معنوی خوبی نہین ہے بلکہ پھیکا تکلف ہے - کیا = تعظیم کیواسطے آیا ہے - کیا نشاط آہنگ یعنے بہت نشاط آہنگ - دوسرے مصرع مین تھا کی جگہہ بود لکھدینے سے سالم مصرع فارسی بنگیا مصرع خانۂ عاشق مگر ساز صدائے آب بود - دیکھئے مرزا پر فارسی کسقدر غالب ہے

نازش ایام خاکستر نشینی کیا کہون ۔۔۔ پہلو اندیشہ وقف بستر سنجاب تھا

یهہ شعر ذرا سے تغیر مین پورا فارسی بنجاتا ہے شعر نازش ایام خاکسترنشینی
چون کنم ÷ پہلوِ اندیشہ وقف بستر سنجاب بود -

یاد کرو وہ دن کہ ہر اک حلقہ تیرے دام کا		انتظار صید مین اک دیدۂ بیخواب تہا

یعنے کسی دن تو عاشقون کی تلاش کرتا تہا اور تجہکو عاشق نہین ملتے تہے
اور آج یہہ حال ہے کہ سیکڑون عاشق تیرے موجود ہین اور تجکو اُنکی
کچہہ پروا نہین ہے -

اب مین ہون اور ماتم یک شہر آرزو		توڑا جو تونے آئینہ تمثال دار تہا

یہہ شعر پیچیدہ اور مشکل ہے اور طرز خیال‌البندی کا عمدہ نمونہ ہے
اس شعر کی شرح مین یہہ بات بتانی چاہیئے کہ ماتم کا ہیکو کرتا ہے
اور ماتم کرنے کی وجہ کیا ہے لفظ آرزو سے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ
یہان آئینہ سے قائل کا دل مراد ہے کہ جبہی کو تو قائل ماتم کر رہا ہے
یعنے اپنے دل کے ٹوٹنے کیوجہ سے ماتم کرتا ہے اور دل بہی ایسا دل
جو آرزوٗن سے بہرا ہوا تہا مصرع دل را شکستۂ نہ کہ گوہر شکستۂ کا
سا مضمون ہے - یک شہر آرزو = شہر کو بلا اضافت پڑہنا چاہیئے
اسکے معنے ہین آرزو بقدر ایک شہر کے - مراد کثرت آرزو سے ہے
اس قسم کے تراکیب خیال بندون کے یعنے ناصر علی اور بیدل کے
کلام مین بہت مستعمل ہوتے مین بلکہ ان تراکیب کے بانی یہی لوگ ہین -

اور = عطفِ ملازمہ ہے - یعنے مجھکو لازم ہے کہ بہت ماتم کرون -

گلیون مین میری نعش کو کھینچے پہرو کہ مین	جان دادۂ ہوای سرِ رہگذار تھا

کہ = یعنے کیونکہ - کاف تعلیل کا ہے - جان دادہ = مردہ ہوا ہوا
جان دادن یعنے مرنا - مردن - نعش = جنازہ -

موج سرابِ دشتِ وفا کا نہ پوچھہ حال	ہر ذرہ مثلِ جوہرِ تیغ آبدار تھا

یہہ شعر ذراسے تغیر مین فارسی بنگیا ہیت موجِ سرابِ دشتِ وفا را
مپرس حال * ہر ذرہ مثل جوہر تیغ آبدار بود * دیکھئے میرزا کی اردو
مین فارسی کسقدر ملی ہوی ہے مگر ہمارے زمانہ مین ایسی اردو معیوب
و متروک ہے -

وا دی یونگی شوق کہ ہر دم مجھکو	آپ جانا اُدھر اور آپ ہی حیران ہونا

مجاز اور حقیقت کے دونو پہلو ہین -

عشرتِ پارۂ دل زخمِ تمنا کہانا	لذتِ ریشِ جگر غرقِ نمکدان ہونا

عشرت پارۂ دل زخم تمنا خوردن - لذت ریش جگر غرق نمکدان بودن -
کہانے اور ہونے کی جگہ خوردن اور بودن کے لکھدینے سے
سالم شعر فارسی بنگیا -

تا محیطِ بادہ صورتخانۂ خمیازہ تھا	شبِ خمارِ شوق ساقی رستخیز اندازہ تھا

شب خمارِ شوق ساقی رستخیز اندازہ بود ٭ تا محیط بادہ صورتخانۂ خمیازہ بود
دونو مصرعون مین تھا کا مُبتدا خمار ہے - یہہ شعر المعنی فی بطن الشاعر
کا مصداق ہے اور ذرا سے تغیر مین پورا فارسی ہو گیا اور ایسا معلوم ہوتا ہے
کہ گویا خاص میرزا بیدل کی زبان سے نکلا ہے بس اس شعر کی اسیقدر
تعریف ہو سکتی ہے - اس شعر کو جو معنے چاہین لگا دین مگر الفاظ شعر سے
کوئی سے معنے معین و مشخص نہین ہوتے - صورتخانہ یعنے تصویر خانہ

جادہ اجزای دو عالم دشت کا شیرازہ تھا	یک قدم وحشت سے درسِ دفتر امکان کھلا

یک قدم وحشت چو درس دفتر امکان کشود ٭ جادہ اجزای دو عالم دشت را شیرازہ بود
شعر ذرا سے تغیر مین فارسی بنگیا - مگر یہہ فارسی ایرانی اور روزمرہ کے
مطابق نہین ہے بلکہ بیدل اور ناصر علی کی فارسی خاص ہے - یک قدم
وحشت اور دو عالم دشت ایسے تراکیب ہین جو اہل لسان کے کلام مین
نہین آتے بلکہ رکیک اور لغو تراکیب ہین - مخترع کا مقصود یک قدم
وحشت سے اندک وحشت اور دو عالم دشت سے بہت ویرانی ہے ان کیبون
کی صحت مین بہت کچھہ تامل اور کلام ہے اہل لسان کے پاس یہہ تراکیب
صحیح نہین ہین درحقیقت یہہ شعر بھی بے معنی ہے مگر شارحین کو اختیار ہے
کہ اپنی طرف سے اور اپنے دل سے جو معنے چاہین بنا کر لگا دین اور کہدین کہ

یہی معنی مربوط ہین بلکہ مقصود قائل یہی ہے مگر سخن شناس جانتا ہے
کہ عقیدہ مندی اور چیز ہے اور تحقیق اور چیز ہے -

خانۂ مجنون صحرا گرد بے دروازہ تھا	مانعِ وحشت خرامیہاے لیلی کون ہے

مانعِ وحشت خرامی ہای لیلی نیست کس * خانۂ مجنونِ صحرا گرد بے دروازہ بود
شعر ذرا سے تغیر مین فارسی بنگیا مگر وحشت خرامی اہل لسان کی ترکیب
نہین ہے اور نہ یہہ لفظ اہل لسان کے کلام مین آیا ہے -

دست مرہون حنا رخسار رہن غازہ تھا	پوچھ مت رسوائی اندازِ استغناے حسن

اندازِ استغنای حسن = یعنے طریقۂ بے پروائی حسن حسن و جمال کی بے پروائی
کا طریقہ - ع شد عیان رسوائی اندازِ استغنای حسن * دست
مرہون حنا رخسار رہن غازہ بود * شعر تہوڑے سے تبدل مین فارسی
ہو گیا - عاشق اگر بوسہ لیتا ہے تو بدنام اور رسوا ہوتا ہے کہ حسن معشوق
کو بگاڑ دیا - حنا اور غازہ موجب استغنا و بے پروائی حسن کے ہوتے ہین
جب کسی نے اُن کو بگاڑ دیا تو ضرور بگاڑنے والے کی رسوائی ہو گی یعنے
بے پروائی حسن کا یہہ طریقہ ہے کہ عاشقون کو بدنام کرتا ہے رسوائی
منسوب بہ عاشق ہے نہ حسن کیونکہ عاشق لوگ رسوا ہوا کرتے ہین -

یادگار نالہ اک دیوان بے شیرازہ تھا	نالۂ دل نے دیئے اوراق لختِ دل بباد

نالۂ دل دادہ است اوراقِ لختِ دل بباد - یادگار نالہ یک دیوان بے شیرازہ
بود - شعر ذرا سے تغیر مین پورا فارسی بنگیا - میرزا صاحب پر فارسی بہت
غالب ہے -

حضرت ناصح گر آوین دیدہ و دل فرش راہ		کوئی مجکو یہہ تو سمجہا دو کہ سمجہاوینگے کیا

یعنے ہم اپنے کرتب اور اپنی عشق و عاشقی سے باز نہ آینگے اور اپنے کامون کو
ترک نکرین گے لہذا حضرت ناصح کی فہمایش اور تفہیم بیجا اور غیر مفید ہے
اور اُن کی فہمایش کچھہ موثر نہو گی - یہہ رندانہ شعر ہے اور مضمون یہہ ہے
کہ ہم ناصح کی نصیحت کو نہین سنتے -

ترے وعدہ پر جئے ہم تو یہہ جان جہوٹ جانا		کہ خوشی سے مر نجاتے اگر اعتبار ہوتا

یعنے ایجان تیرے وعدہ پر ہم جئے تو وعدہ مذکور کو جہوٹ جانکر جئے - اگر
وعدہ مذکور کا ہم کو اعتبار ہوتا تو ہرگز ہم نہ جیتے - مصرع ثانی مین کیا حرف
استفہام محذوف ہے یعنے کیا خوشی سے مرنجاتے - یہہ استفہام اقراری
ہے اور اوس کے معنے یہہ ہین کہ خوشی سے مرجاتے اور شادی مرگ ہوجاتے
جانا = یعنے ایجان اور یہہ الف ندائیہ ہے یہہ کا مشار الیہ وعدہ ہے
دوسرے معنے یہہ ہین کہ یہہ کا مشار الیہ سالم جملہ ہے یعنے ترے وعدہ پر
جئے ہم سالم جملہ مشار الیہ ہے - اور جان امر کا صیغہ ہے جاننے سے
جان جہوٹ یعنے سچ نمانا اور جہوٹ جاننا -

نہو مرنا تو جینے کا مزا کیا	ہوس کو ہے نشاط کار کیا کیا

یعنے ہوس جو عشق کی ضد ہے اُسکو معشوق کی محبت مین نشاط کارا ورخوشی وسرت بہت کچھہ حاصل ہے مگر یہہ جانتے ہی نہین کہ عشق و عاشقی مرنے اور جان دینے کو کہتے ہین اور عشق و عاشقی کا انجام ہلاکت ہے۔ ہم معشوق پر فدا ہو جائین تو اُسوقت ہم نے جینے کا مزہ حاصل کیا وگرنہ یون سمجھے کہ زندگی بے لطف گذری معشوق پر فدا ہو جانا گویا زندگی کا لطف اٹھانا ہے اگر یار پر فدا نہوے تو جینے کا مزہ حاصل نکیا۔ ہوس کو چاہئے کہ اول اس مشکل کو سمجھہ لے اور پھر نشاط کار مین مصروف ہو ہلاکت کو معلوم کرنے سے پیشتر نشاط کرنا بے فایدہ ہے بلکہ وہ جسکو نشاط سمجھہ رہی ہے درحقیقت وہ نشاط ہی نہین ہے۔ شاعرون نے اپنی اصطلاح مین رقیب کی محبت کو طعن و طنز کی راہ سے ہوس قرار دیا ہے اور دراصل عشق کی ضد ہوس ہے۔

کہان تک اے سراپا ناز کیا کیا	تجاہل پیشگی سے مدعا کیا

تجاہل پیشگی = تجاہل پیشہ ہونا۔ تجاہل پیشہ بننا۔ تجاہل پیشگی کی یای تحتانی جو اس لفظ کے آخر مین ہے یای مصدری ہے سراپا ناز = سر سے پاؤن تک ناز۔ یعنے ایسا معشوق جو سر سے لیکر پاؤن تک ناز ہی ناز ہو سراپا کا الف الف الحصار ہے بمعنی تای انتہائی اور سراپا ناز معشوق کے نامون مین سے ایک نام ہے۔

نوازش ہاے بیجا دیکھتا ہون | شکایت ہاے رنگین کا گلا کیا

یعنے چونکہ آپ غیرون کے ساتھہ بیجا نوازشین کرتے ہین لہذا مین آپکی شکایتین کرتا ہون پس آپ میری شکایتون کا گلہ نکیجیے کیونکہ آپ خود بانئی مبانی ہین اگر آپ غیرون کے ساتھہ بیجا نوازشین نکرتے تو مین بھی آپ کی شکایتین نکرتا

نگاہ بے محابا چاہتا ہون | تغافل ہاے تمکین آزما کیا

یعنے مین تغافل ہاے تمکین آزما نہین چاہتا بلکہ نگاہ بے محابا چاہتا ہون -

فروغ شعلہ خس اک نفس ہے | ہوس کو پاس ناموس وفا کیا

اک نفس = ایک دم - ذرا سا وقت فروغ = روشنی خس = گہانس پاس = لحاظ - ناموس = شرم وحیا ہوس = عشق کی ضد ہے -

دماغ عطر پیراہن نہین ہے | غم آوارگی ہاے صبا کیا

لفظ پیراہن اس شعر مین اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ صنعت تلمیح استعمال کی ہے اور قصۂ یوسف علیہ السلام متعلق پیراہن کیطرف اشارہ کرکے کہتا ہے کہ ہم کو اپنے معشوق کے عطر پیراہن کا دماغ نہین ہے یعنے ہم بہت نازک دماغ ہین عطر کے سونگہنے سے نزلہ کی تحریک ہوجاتی ہے -

دلِ ہر قطرہ ہے سازِ انا البحر	ہم اوسکے ہین ہمارا پوچھنا کیا

یعنے ہم بھی دریا ہین یا یون کہیے کہ ہم بھی انا الحق کے مقام مین ہین -
یہہ علم تصوف کا بہت مشہور اور بہت روندا ہوا مضمون ہے -

سن اے غارتگرِ جنس وفا سن	شکستِ قیمتِ دل کی صدا کیا

شکستِ قیمت یعنے قیمت کا گھٹ جانا اور قیمت کی کمی - یہہ بات ظاہر ہے
کہ شکستِ قیمت کی کوئی صدا نہین ہوتی - اگر شیشہ یا اور کوئی شی مثل
اوسکے پتھر یا زمین پر پٹک دیجاے یا پٹک دیجاے تو وہ ضرور آواز
دیگی مگر شکستِ قیمت اوس کے برخلاف ہے یعنے بے صدا ہے - اب
شاعر کہتا ہے کہ اے معشوق قیمتِ دل جو بے صدا ہے اُسکو توڑ کیونکہ
اُسکے توڑنے مین کوئی لطف نہین اور اُسکی شکست سے سامعہ نوازی نہین
ہوتی - حاصل یہہ کہ قیمت دل ایک حقیر شے ہے - شکست کے قابل نہین
قیمتِ دل کو توڑا تو کیا توڑا - مولانا ذوق رحمۃ اللہ علیہ
فرماتے ہین ؎ کسی بیکس کو اے بیداد گر مارا تو کیا مارا ✣
جو آپ ہی مر رہا ہو اُسکو گر مارا تو کیا مارا ✣ سن سن = یہہ تکرار
تاکید کے لئے ہے -

کیا کس نے جگرداری کا دعوی	شکیبِ خاطرِ عاشق بھلا کیا

جگرداری = بہادری وشجاعت ۔ شکیب = صبر ۔ خاطر = دل ۔
بھلا = حرفِ ایجاب ہے اور فارسی مین اسکا ترجمہ خیر ہوتا ہے ۔

سبکو مقبول ہے دعویٰ تری یکتائی کا		روبرو کوئی بت آئینہ سیما نہوا

سیما = پیشانی کو کہتے ہین جسکی پیشانی صاف اور شفاف ہو اُسکو آئینہ سیما کہین گے ۔ آئینہ سیما یعنے پیشانی آئینہ دارندہ یعنے صاف شفاف پیشانی والا مگر یہہ لفظ خاصکر معشوقون کی صفت مین مستعمل ہوتا ہے بلکہ معشوق کے نامون سے ایک نام ہے ۔ بت آئینہ سیما منادیٰ ہے یعنے اے بت آئینہ سیما کوئی تیرا مقابل نہوا حسن وجمال مین ۔ یہہ بھی معنے ہو سکتا ہے کہ اے معشوق کوئی بت آئینہ سیما تیرے مقابل نہوا ۔ دو پہلو مین اور یہہ دو پہلو کوئی کو ملاکر اور علیحدہ پڑہنے سے پیدا ہوتے ہین ۔ کوئی کو ملاکر پڑہین تو معشوق مخاطب ہوگا اور کوئی بت آئینہ سیما مبتدا ہوگا اور جو کوئی کو علیحدہ پڑہین تو بت آئینہ سیما مخاطب ہوگا اور صرف کوئی مبتدا ہوگا ۔ صورت ثانی مین کوئی کے معنے کوئی حسین اور کوئی معشوق کے ہون گے ۔ بت = موصوف ومعروف یہان مجازی معنے یعنے معشوق مراد ہین ۔

کم نہین نازشِ ہمنامیِ چشمِ خوبان		ترا بیمار برا کیا ہے گر اچھا نہوا

یعنے یہہ نازش کچھہ کم نہین ہے کہ ہم بھی چشم بیمار کے ہمنام ہین بسبب بیماریِ عشق کے ۔ نازش = ناز کرنا ۔ یہہ حاصل بالمصدر ہے نازیدن کا

حسینون کے آنکھہ کی صفت بیمار آتی ہے اور معشوقون کی آنکھہ کو چشم بیمار کہتے ہین جب ہم تیرے عشق مین بیمار ہوگئے تو لفظ بیمار ہمارے نام پر بھی عائد ہوا اور بسبب بیماری عشق کے ہم کو بھی لوگ بیمار کہنے لگے اور بیمار لکھنے لگے ظاہر ہے کہ جو بیمار ہوگا اُسکو بیمار کہین گے۔ یہان سے شاعر نے یہہ شاعرانہ مضمون نکالا کہ ہم بھی بسبب بیماری عشق کے چشم خوبان کے ہمنام ہین یعنے لوگ ہم کو بھی فلان معشوق کے عشق کا بیمار کہتے ہین جیسے معشوقونکی آنکھون کو بیمار کہا کرتے ہین لہذا ہم اس بات پر نازش اور فخر کرتے ہین کہ ہم چشم خوبان کے ہمنام ہین اور اسی واسطے تندرست ہونا نہین چاہتے بلکہ یہہ خواہش ہے کہ ہمیشہ بیمار ہی رہین تاکہ ہمنامی ور پھر اُس پر فخر حاصل رہے یہان یہہ بات جو نازک خیالی کے متعلق ہے جاننی ضرور ہے کہ ہمنامی پر فخر ہو سکتا ہے اور اسی وجہ سے لوگ اچھے اور عمدہ نام اور بزرگون کے نام رکھا کرتے ہین اور شریعت مین بھی یہہ حکم آیا ہے کہ اولاد کے اچھے نام رکھا کرو تاکہ بُرے نامون سے اُن کو رنج اور ایذا نہ پہونچے۔

اسد ہم وہ جنون جولان گدای بے سروپا ہین	کہ ہے سرپنجۂ مژگان آہو پشت خار اپنا

جنون جولان = یعنے جولان جنون دارندہ۔ جنون کا جولان رکھنے والا جولان کے معنے دوڑنے اور دوڑانے کے ہین۔ جنون جولان کے معنے بہت دوڑنے والے کے ہین مگر یہہ ترکیب اہل لسان کی نہین ہے بلکہ

ہندیون اور خیالبندون کی ساختہ و پرداختہ ہے ۔ اہل لسان کے کلام مین یہہ ترکیب نہین آئی لہذا اسکی صحت مین تامل اور شبہ ہے ۔ سہر پنجہ = یہان اس لفظ مین سہ زائد ہے ۔

بخون غلطیدہ صد رنگ دعوی پارسائی کا	پے نظر کرم تحفہ ہے شرم نارسائی کا

یعنے سو رنگ سے خون مین لوٹا ہوا پارسائی کا دعوی بخشش آلہی کی نذر کیواسطے خجلت ناتمامی کا ہدیہ ہے ۔ **وثوق صراحت** مین جو پریشان عبارت ہے مین نے اسکو اسطرح ترتیب دیا ہے درحقیقت میری رائے مین **وثوق صراحت** ایسی کتاب ہے کہ اسکے نکات اور دقائق سے طالبان شعر و سخن فیض یاب و خوشہ چین ہوسکتے ہین ۔ مقصود قائل یہہ ہے کہ ہم شرم و حیا کیوجہ سے پارسائی کا دعوی نہین کرتے ۔ گویا پارسائی کا دعوی کرنا بے شرمی ہے ۔ دعوی پارسائی کا سو رنگ سے خون مین لوٹا ہوا ہے یعنے ہم دعوی پارسائی کا نہین کرتے کیونکہ ہمارا پارسائی کا دعوے شہید ہوگیا اور باقی نہین رہا اور دعوی باقی نہین رہنے کیوجہ شرم نارسائی ہے حاصل یہہ کہ بسبب شرم و خجالت کے ہم دعوی پارسائی کا نہین کرتے ۔ اس شعر مین فارسیت بہت غالب ہے اور خاص مرزا بیدل کی طرز کا شعر ہے میرزا صاحب نے بیدل کا اسقدر تتبع کیا ہے کہ دونون کے کلام مین کوئی فرق باقی نہین رہا ۔ درحقیقت تتبع اسکو کہتے ہین ۔

بمہر صد نظر ثابت ہے دعوے پارسائی کا	نہ ہو حسن تماشا دوست رسوا بیوفائی کا

یعنے معشوق ہمارا پاکدامن ہے مگر اُسمین عیب ہے تو صرف اسقدر کہ بیوفا ہے اور اسیوجہ سے یعنے بیوفائی سے رُسوا ہو گیا ہے مگر اُسکی پاکدامنی مین کوئی شبہ نہین ہے - چشم کی تشبیہ مہر کے ساتھہ دیجاتی ہے اور یہان قاعدۂ مجاز مرسل کے لحاظ سے نظر بمعنی چشم مستعمل ہوا ہے -

زکاتِ حسن دے ای جلوۂ بینش کہ مہر آسا	چراغِ خانۂ درویش ہو کاسہ گدائی کا

کاسہ گدائی سے مراد چشم ہے کیونکہ آنکھہ کی تشبیہ کاسہ گدائی کے ساتھہ دیجاتی ہے اور وجہ شبہ یہہ ہے کہ آنکھہ مین عمق ہوتا ہے اور اکثر آنکھہ بادامی شکل کی ہوتی ہے اور کاسہ گدائی مین بھی عمق ہوتا ہے اور اکثر کاسہ گدائی بھی تراش وخراش مین بادام کا ہمشکل ہوتا ہے - زکات حسن اور جلوۂ بینش بھی اس معنی کے ممد ومعاون ہین کہ کاسہ گدائی بمعنی دیدۂ وچشم آیا ہے بلکہ کاسہ گدائی کے مجازی معنی ہی آنکھہ کے ہین ان قرائن کی بھی کوئی ضرورت نہین - **خانۂ درویش** سے مراد قائل کا تن اور جسم ہے - **جلوہ بینش** سے مراد معشوق ہے شعر کے معنے یہہ ہین کہ اے معشوق تو اپنا حسن وجمال ہمکو دکھادے تاکہ ہماری آنکھین روشن اور منور ہو جائین آفتاب کیطرح مہر آسا = آفتاب کیطرح مہر آسا مصرع ثانی کے متعلق ہے جو مصرع اول مین آگیا ہے - چراغ ہونا = اس شعر مین اس کے مجازی معنے روشن ہونے کے ہین - مصرع ثانی کے یہہ معنے ہین کہ ہماری آنکھہ روشن ہو جائے -

شعلہ خس میں جیسے خوں رگ میں نہاں ہو جائیگا		گر نگاہ گرم فرماتی رہی تعلیم ضبط

نگاہ گرم = چشم گرم کا مترادف ہے اور چشم گرم محبت و عنایت و مہربانی کو کہتے ہیں مگر چشم گرم یا نگاہ گرم قہر اور غضب کے معنوں پر بھی آسکتا ہے۔ کیونکہ لفظ گرم بمعنی اختلاط اور بمعنی غضب دونوں معنوں میں آیا ہے۔ چنانچہ سلیم کا شعر ہے ؎ عمر خود رفت و ہمان بیگانہ با ما مگر + در قیامت گرم خواہی شد بما چون آفتاب یعنے اے معشوق شاید تو قیامت کے دن ہمارے ساتھہ اختلاط اور گرمجوشی اور محبت کریگا۔ تیرا یگانہ پن ہمارے ساتھہ شاید قیامت کے روز ہوگا۔ یہہ شعر سلیم کے معنے ہیں نہ شعر غالب کے۔

میں نہ اچھا ہوا برا نہوا		درد منت کش دوا نہوا

میں نہ اچھا ہوا = یعنے میں اچھا نہوا۔ برا نہوا = یہہ برا نہوا۔ یہہ محذوف ہے میرا اچھا ہونا یعنے میرا تندرست نہونا اور صحت نپانا برا نہوا میں جو بیمار اور علیل رہا یہہ اچھا ہوا۔ کیونکہ تندرست ہونا تو دوا کی منت اُٹھانی پڑتی۔ حاصل یہہ کہ کسی کا احسان اُٹھانا بُری بات ہے۔ احسان نہ اٹھایا چاہئے۔ حضرت قبلگاہی مولانا مولوی والد مرحوم و مغفور اس شعر کی مختصر شرح جو توفیق صراحت میں مندرج ہوئی تھی اسطرح بیان فرماتے ہیں کہ (کیونکہ مضمون دوا ہونا اور احسان دوا کا اُٹھانا بہت بُرا تھا)

جمع کرتے ہو کیون رقیبون کو ‖ اک تماشا ہوا گلا نہ ہوا

گویا مرزا صاحب اپنی بدنامی ورسوائی سے ڈرتے ہین اور اس لیئے رقیبونکا اجماع نہین چاہتے - گلہ - شکوہ -

ہم کہان قسمت آزمانے جائین ‖ تو ہی جب خنجر آزما نہوا

خنجر آزمانا = کنایہ ہے قتل کرنے سے - قسمت آزمائی اسطرح سے کہ کسی معشوق کے ہاتھہ سے قتل ہو جائین تاکہ آزار عشق سے نجات ملے اور درجہ شہادت حاصل ہو مگر قائل کی بدبختی اسقدر بڑہی ہوی ہے کہ کوئی قاتل ہی نہین ملتا - یہ شاعرانہ مضمون ہے نہ کہ حقیقت حال - ہی = حصر کے لئے آتا ہے

ہے خبر گرم اُن کے آنے کی ‖ آج ہی گہر مین بوریا نہوا

مرزا اس شعر مین اپنا دکھڑا روتے ہین اور اپنی محتاجی و مفلسی ظاہر کرتے ہین اس شعر کا پیرایہ قابل تعریف ہے - کسی صاحب نے اس شعر کے باب مین مجہہ سے یہہ کہا تہا کہ گھر مین بوریا نہوا تو کیا حرج ہے - کرسیون پر بیٹھین گے مین نے یہہ جواب دیا کہ بسبب محتاجی و مفلسی کے بوریا جو ارزان چیز ہے نہین لے سکتے ہین اور مٹی پر بیٹھنا پڑتا ہے تو کرسیان جو بہ نسبت بوریا کے بہت گران قیمت ہوتے ہین کہان سے آئین گے -

جان دی - دی ہوی اُسیکی تہی ‖ حق تو یون ہے کہ حق ادا نہوا

یعنے اگرچہ ہم نے راہ خدا مین یا راہ معشوق مین اپنی جان دی اور مر گئے تو پھر کونسا بڑا کام ہوا کیونکہ جان تو اُسی کی دی ہوی تھی یعنے جان خدا کا یا معشوق مجازی کا مال تھا لہٰذا ہم نے جو جان دی تو کوئی بڑا کام نہین کیا بلکہ ہم ادائی حق مین قاصر رہے - اُسی کی = یعنے خدائے عزوجل کی یا معشوق مجازی کی - بہرحال دونون پہلو مین جان دی = یعنے ہم نے جان دی یہان ہم فاعل محذوف ہے - جان دینا = یعنے مرجانا - ہلاک ہوجانا - دوسرے معنے جان عطا کرنا جان بخشدینا - پہلے جان دینے کے معنے ہین مرنا اور دوسرے جان دینے کے معنے ہین جان عطا کرنا (ف) جان بخشیدن - اس شعر مین لطف یہہ ہے کہ قائل نے ایک مصدر یعنے (جان دینا) کے دو جداگانہ و علیحدہ معنے استعمال کئے ہین -

زخم گر دب گیا لہو نہ تھما		کام گر رک گیا روا نہ ہوا

اس شعر پر حضرت قبلگاہی مولانا والد مرحوم و مغفور نے ایک اعتراض کیا تھا جو وثوق صراحت مین سہواً درج نہوا - اعتراض یہہ ہے - (دبے ہوے زخم کا جیسے لہو نہ تھما یعنے لہو جاری ہے اسیطرح رُکے ہوے مطلب کا رُوا ہونا بھی چاہئے تھا - یہہ خلاف کیونکر ہے ؟) میری رائے ناقص مین بیشک یہہ اعتراض اُسوقت قائم رہ سکتا ہے جب کہ روا قافیہ اور نہوا ردیف مان لیجائے

مگر جب اُسکو قافیہ معمول قرار دیا جائے اور روانہ بمعنی جاری اور ہوا ردیف قرار دیجائے تو اعتراض وارد نہوگا اور درحقیقت اعتراض صورت اول ہی مین ہے نہ کہ صورت ثانی مین - یعنے کام اگر رک گیا تو جانئیے کہ جاری ہو گیا - یہہ کمال مایوسی و نا امیدی کی بات ہے یا کمال استقلال اور ثابت قدمی کی تقریر ہے کہ کام کے بند ہو جانے کو بھی اپنی ہمت اور استقلال کے مقابلے مین جاری ہو جانا سمجھتے ہین - یہہ بات تو ظاہر ہے کہ زخم کے دب جانے سے لہو نہین تھمتا اور لہو برابر جاری رہتا ہے اگرچہ زخم دب جائے مرزا نے اسکو دیکھکر یہہ مضمون نکالا کہ کام رُک جائے تو یہہ نہ سمجھنا چاہیے کہ بند ہو گیا بلکہ یون جانئیے کہ جاری ہو گیا - فارسی مین ضرب المثل ہے مصرع صد در شود کشادہ چو بستہ شود درے ٭ اس شعر کا مضمون اس ضرب المثل کے قریب قریب واقع ہوا ہے - قرینہ یہہ کہ ایک جگہہ کام رُک گیا تو دوسری جگہہ جاری ہو جائیگا -

رہزنی ہے کہ دلستانی ہے		لیکے دل دلستان روانہ ہوا

قافیہ معمولہ سے شعر مین کسیقدر دقت اور اشکال اور حسن پیدا ہو جاتا ہے اور قافیہ معمولہ جو دلچسپ اور دلکش ہو مشکل سے حاصل ہوتا ہے اسی لئے اکثر شعرائے نامدار قافیہ معمولہ پر مرتے ہین - خواجہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین ؎

مستم از بادۂ شبانہ ہنوز ٭ ساقیٔ ما نرفت خانہ ہنوز

میکشی و بغمزہ میگوئی توبہ کردی زعشق یا نہ ہنوز

یا نہ = قافیہ معمول ہے اور شمس الدین فقیر رح مصنف حدایق البلاغة فرماتے ہین۔ رباعی۔

گر شمع نہ دلجوئی پروانہ کند برآتش او زدور پروانہ کند

فریاد ز شمع من کہ در آتش عشق پروانہ صفت سوزم و پروانکند

پروانکند = قافیہ معمول ہے اور لطف یہہ کہ ایک تو پروانکردن یعنے پرکہولنا پرنگشادن اور دوسرا پروانکردن یعنے پروانکرنی یعنے بے پروائی اور بے اعتنائی کرنا۔

کچہہ تو پڑہیے کہ لوگ کہتے ہین		آج غالب غزل سرا نہوا

قائل نے آپ کو شخص غیر قرار دیا ہے جیسا کہ فارسی کے شعرا کا دستور ہے اور فرضی شخص غیر سے کہتا ہے کہ اے صاحب آج غالب تو غزل سرا نہوا لہذا محفل سخن بے لطف و بے رونق ہے۔ جہان غالب غزل پڑہتا ہی وہان لطف سخن حاصل ہوتا ہے۔ خیر۔ آج آپ ہی کچہہ پڑہیے کیونکہ غالب کے بعد آپکا نمبر ہے اور غالب کے بعد سبکو آپ کے کلام مین لطف آتا ہے مطلب یہہ کہ مین اپنے معاصرون اور ہمطرحون مین سب سے بہتر ہون اور اس مقطع مین معاصرون پر طعن و تعریض کیا ہے کہ وہ مجہہ سے درجے مین گہٹکر ہین۔ سالم غزل پڑہنے کے بعد یہہ قول کہ (کچہہ تو پڑہیے) کنایہ ہی جس سے طنز و تعریض دوسرے شعرا پر مقصود ہے۔ غزل سرا =

غزل پڑھنے والا - غزلخوان -

گہر مین محو ہوا اضطراب دریا کا		گلہ ہے شوق کو دل مین بھی تنگی جا کا

شاعر نے اس شعر مین شوق کو دریا سے اور دل کو گوہر سے تشبیہ دی ہے اور کہتا ہے کہ دریا یعنے شوق گوہر مین یعنے دل مین محو ہو گیا - باوجود اسکے شوق تنگی جا کا گلہ مند ہے حالانکہ دل کی وسعت معلوم و مشہور ہے کہ قلوب المؤمنین عرش اللہ تعالیٰ - عرش کی وسعت تمام آسمانون سے بڑھکر ہے - مگر پھر بھی گلہ باقی ہے - تو یہ غضب کا شوق ہوا - اگرچہ سچا موتی جثہ اور مقدار مین چھوٹی چیز ہوتا ہے مگر قیمت مین گران ہوتا ہے اسیطرح دل اگرچہ بظاہر ایک ذراسی چیز ہے مگر کمالات باطنی وروحانی کے لحاظ سے ایک بہت بڑی اور وسیع شئے سمجھی جاتی ہے - اس شوق کو تمام زمین و آسمان کی گنجایش کافی و مکتفی نہو گی - قائل کا مطلب یہہ ہے کہ ہمارا شوق بیحد و بے حساب ہے - اس شعر مین اپنے شوق کی وسعت و فراخی کو بیان کرتا ہے - مگر مرزا کا یہہ طرز بیان اہل فصاحت کے پسند نہین ہو سکتا - دوسرے معنے اسطرح ہو سکتے ہین کہ پہلا مصرع سالم استفہام انکاری مان لیا جاے یعنے شوق کو دل مین بھی تنگی جا کا گلہ نہین ہے کیونکہ دل بہ حیثیت جثہ ایک چھوٹی سی چیز اور گوہر سے مشابہ ہے جسطرح دریا کا اضطراب گوہر مین نہین ہوتا اسیطرح شوق کا گلہ دل مین نہین ہے کیونکہ وہ تو یعنے شوق دل مین فنا ہو گیا - اضطراب دریا تلاطم و امواج سے

مراد ہے - مگر ان معنون کو (بھی) کا لفظ مانع و مزاحم ہے - یا (بھی) کو
حشو سمجھہ لیجیے کہ وزن کے لئے آگیا ہے اور معنًا کوئی تعلق نہین رکھتا مگر
اسصورت مین حشو قبیح ہوگا جو عیب ہے - محو ہونا = فنا ہونا -

یہ جانتا ہون کہ تو اور پاسخ مکتوب	مگر ستم زدہ ہون ذوق خامہ فرسا کا

یعنے ذوقِ خامہ فرسا کیوجہ سے کچھہ نہ کچھہ لکھتا رہتا ہون اگرچہ جواب
نہ آئے - ذوقِ خامہ فرسا وہ ذوق ہے جو خامہ فرسائی کرے اور کچھہ
نہ کچھہ لکھوائے - ذوق موصوف اور خامہ فرسا اُسکی صفت ہے - خامہ
فرسا اسم فاعل ترکیبی ہے یعنے فرسانیدہُ خامہ - قلم گھسانیوالا - ظاہر ہے
کہ لکھنے سے قلم گھس جاتا اور فرسودہ ہو جاتا ہے - اور = استبعاد
کیلئے ہے یعنے یہہ بات بعید ہے کہ تو پاسخ مکتوب لکھے -

غم فراق مین تکلیف سیر باغ نہ دو	مجھے دماغ نہین خندہ ہاے بیجا کا

مجھے دماغ نہین = یہہ فارسی محاورے یعنے (دماغ ندارم) کا ترجمہ ہے
دماغ ندارم یعنے مجکو قوتِ شامہ صحیح نہین ہے

ہنوز محرمی حسن کو ترستا ہون	کرے ہے ہر بن مو کام چشم بینا کا

یعنے باآنکہ ہر بنِ مو چشم بینا کا کام کرتا ہے مگر تاہم محرمی جمال حقیقی یا
مجازی سے محروم ہون یعنے دیدار میسر نہین - محرمی = نزدیکی و واقفکاری

کو = بمعنی برائے ۔ کیلئے ۔ ترسنا = کسی چیز کے لئے حد سے زیادہ خواہش کرنا ۔ خواہشمند ہونا ۔ کرے ہے اب متروک ہے اسکی جگہہ مین کرتا ہے کہین گے

دل اُسکو پہلے ہی ناز و ادا سے دے بیٹھے	ہمین دماغ کہان حسن کے تقاضا کا

تقاضا اسم غیر سالم ہے مگر مرزا نے اسے سالم باندھا ہے ۔ حُسن کے تقاضے کا چاہئے تہا ۔ ہمین دماغ کہان یعنے ہمین دماغ نہین ہے ۔

نہ کہہ کہ گریہ بمقدار حسرت دل ہے	مری نگاہ مین ہے جمع و خرچ دریا کا

یعنے گریہ بمقدار دریا کے ہے ۔ گریہ مین مبالغہ کیا ہے ۔

بمقدار = اسمین با موافقت کیلئے ہے یعنے موافق مقدار ۔ مطلب یہ کہ گریہ حسرت دل سے بڑہکر ہے اور گریہ کی مقدار بقدر دریا کے ہے نہ بقدر حسرت دل کے ۔ کیونکہ دل چہوٹی چیز ہے اور دریا تمام دنیا کو گہیرا ہوا ہے ۔

قطرۂ مے بسکہ حیرت سے نفس پرور ہوا	خط جام مے سراسر رشتۂ گوہر ہوا

یعنے معشوق نے جام شراب جب اپنے منہ سے لگایا تو اُس کے حسن سے شراب کو اسقدر حیرت ہوی کہ ہر ایک قطرۂ شراب ایک ایک گوہر بنگیا ۔ گوہر کیلئے رشتہ چاہئے تہا ۔ شاعر نے خط جام کو رشتہ قرار دیا ہے

یہ شعر نہایت لطیف اور مشکل اور نازک خیالی کا عمدہ نمونہ ہے۔
حیرت سے اشیای سیال کا منجمد ہو جانا اور چیزہای روان کی رفتار بند ہو جانا ایک ایسا مضمون ہے جسکو شعرای نازک خیال نے کسی طرح سے اور کثرت سے باندہا ہے۔ نفس پرور = یعنے روح پرور۔ جان پرور اس شعر مین سراسر کا لفظ حشو اور زائد ہے۔ حیرت سے یعنے حسن و جمال معشوق کی حیرت سے یا لب معشوق کی حیرت سے بہر حال دونو معنے مربوط ہین۔

اعتبار عشق کی خانہ خرابی دیکھنا
غیر نے کی آہ لیکن وہ خفا مجھ پر ہوا

غیر نے الخ یعنے معشوق نے سمجھا کہ مین نے آہ کی لہذا مجھ پر خفا ہوا حالانکہ آہ غیر نے کی ہے مگر چونکہ عاشقی مین میرا اعتبار ہو گیا ہے لہذا غیر کی آہ کو میری آہ تصور کرتا ہے۔

جب بتقریب سفر یار نے محمل باندھا
تپش شوق نے ہر ذرہ پہ اک دل باندھا

یعنے تپش شوق نے جدائی کے خیال سے دلکو بیحد پریشان کر دیا۔ ذرون پہ دل باندہنا کنایہ ہے دل کے پریشان و مضطرب ہونے سے محمل = ہودج۔ محمل باندھنا = محمل بستن کا ترجمہ ہے۔ لفظ محمل مذکر ہے

اہل بینش نے بحیرت کدہ شوخی ناز
جوہر آئینہ کو طوطی بسمل باندھا

یعنے شوخی نے حیرت کو متبدل باضطراب کر دیا۔ حالانکہ حیرت غیر متحرک
شے ہے۔

عجز ہمت نے طلسم دل سائل باندھا	یاس و امید نے یک عربدہ میدان مانگا

سوال کرنیوالے کو دو باتین یعنے یاس و امید ہوتی ہین یعنے یہہ مایوسی بھی
ہوتی ہے کہ میرا سوال رد ہو جائیگا اور یہہ امید بھی ہوتی ہے کہ میرا سوال
قبول ہو جائیگا۔ سوال کرنیوالے کو ہرگز اس بات کا یقین نکرنا چاہئے
کہ میرا سوال بالضرور قبول ہو جائیگا یا رد ہو جائیگا کیونکہ رد و قبول
دوسرون کے ہاتھہ مین ہے۔ اور سائل کا کام صرف سوال کرنے کا ہے
اس شعر مین یک عربدہ میدان کی ترکیب محل تامل ہے کیونکہ یہہ فارسی
کے اہل لسان کی ترکیب نہین ہے۔ یہہ شعر بے معنے معلوم ہوتا ہے
یون شارحین جو معنے چاہین لگا دین مگر مضمون خیز شعر نہین ہے۔

جب رشتہ بے گرہ تھا ناخن گرہ کشا تھا	درماندگی مین غالب کچھہ بن پڑے تو جانون

دوسرے مصرع کے یہہ معنے ہین کہ اب رشتہ مین گرہ پڑ گئے ہین مگر ناخن گرہ
کشا نہین ہے اور ناخن گرہ کشا اُس زمانہ مین تھا جبکہ رشتہ بے گرہ تھا۔
درماندگی = عاجزی۔ ناچاری۔

کاش رضوان ہی در یار کا دربان ہوتا	بعد یک عمر ورع بار تو دیتا بارے

یک عمر ورع = یعنے ورع یک عمر - مقلوب الترکیب ہے - عمر کو بغیر اضافت
کے پڑہنا چاہئے - یک عمر ورع سے یعنے ایک مدت کا زہد و تقوی - فصحا اسطرح
کہین گے کہ زہد بسیار یا زہد شاق - مرزا نے مرزا بیدل و ناصر علی کی
تقلید سے یک عمر ورع کہا ہے - یہہ ترکیب اور ایسے تراکیب اہل لسان
کے پاس محض لغو اور تکلف لا طایل مانے جاتے ہین - مرزا بیدل اور
شیخ ناصر علی اور مرزا غالب ایک وضع کے تین سوار ہین جو اپنی چال مین
برابر چلے جاتے ہین - وَرَع = بفتحتین زہد و پرہیزگاری - بار دینا =
یعنے آمد و رفت کی اجازت دینا - بارے = کلمہ ایجاب ہے -

ہوا جب غم سے یون بے حس تو غم کیا سر کے کٹنے کا ‏ ‏ نہوتا گر جدا تن سے تو زانو پر دہرا ہوتا

یہہ کلام سر کٹنے سے پہلے کا ہے یعنے شاعر کا یہہ کلام بالفعل نہین ہے
بلکہ بالقوہ ہے -

ہوئی مدت کہ غالب مر گیا پر یاد آتا ہے ‏ ‏ وہ ہر اک بات پر کہنا کہ یون ہوتا تو کیا ہوتا

(کیا) تعظیم کیواسطے ہے یعنے غالب تو مر گیا مگر ہمین اسکی آرزوئین اور تمنائین
یاد آتی ہین کہ وہ ہر ایک بات پر کہا کرتا تھا کہ ایسا ہوتا تو کیا اچھا ہوتا یعنے
سرکار انگریزی کیطرف سے پنشن جاری ہو جاتی یا بادشاہ دہلی کے پاس سے
سہرہ کا صلہ ملجاتا یا کلکتہ مین اوستادی کا سکہ بیٹھ جاتا الغرض اب اوسکی
خواہشات یاد آتے ہین اور افسوس ہوتا ہے - قائل نے یہان اپنے کو

شخص غیر قرار دیا ہے۔ اور یہہ فارسی و اردو مین درست ہے۔ قاعدہ ہوتا ہے
کہ کسی شخص کے مرنے کے بعد اُس کے دوست اور احباب اُسکی نیکیان
اور نیک خواہشات اور اچھی باتین یاد کرکے افسوس کرتے ہین اور اس سے
اونکا منشا یہہ ہوتا ہے کہ آخرت مین اللہ تعالی اُس میت کا مرتبہ بلند کرے
اور دنیا مین جو محرومی ہوی ہے اسکا بدلہ آخرت مین ملے

یک ذرہ زمین نہین بیکار باغ کا	یان جادہ بھی فتیلہ ہے لالہ کے داغ کا

اس شعر کو مشکل بامعنی کہہ سکتے ہین۔ یہان مصنف کا طائر خیال اسقدر
بلند ہوا ہے کہ نظرون سے غائب ہوگیا ہے گویا معدوم و فنا ہوگیا ہے
بہر حال نہایت خوض و غور کے بعد یہہ معنے میرے ذہن مین آتے ہین کہ
شاید اس شعر مین دنیا کی بے ثباتی کا مضمون لکہا ہے یعنے اہل دنیا کی
عبرت پذیری اور نصیحت یابی کے لئے باغ کی زمین کا ایک ذرہ بیکار نہین
ہے باغ مین جو راستہ ہے جسپر لوگ خوشی خوشی سے باغ کی سیر کے مزے
اُڑاتے ہوے چلتے پہرتے ہین اگر غور کیجئے تو یہہ جادہ داغ لالہ کا
فتیلہ ہے یعنے یہہ جادہ اس بات کو روشن کر رہا ہے اور بتا رہا ہے
کہ دنیا عیش و عشرت کی جگہ نہین ہے بلکہ عشرت پرستی دنیا کا حاصل داغ
ہے اور داغ بہی خاص لالہ کا داغ جو کبہی منقطع اور علیحدہ ہو نہین سکتا۔
ظاہر ہے کہ داغ لالہ ہمیشہ لالہ کے ساتہہ ہی رہتا ہے اور لالہ حالانکہ باغ مین ہے
مگر داغدار ہے اور یہہ طرفہ ماجرا ہے کہ جو شب و روز باغ مین جو عیش

وعشرت کی جگہہ ہے رہے اور پہر داغدار بہی ہو - آخر اس داغداری کی کوئی وجہ خاص ہوگی - فتیلہ روشنی کے لئے ہوتا ہے اور فتیلہ سے تاریکی دور ہوتی ہے اور وہ تاریکی مین اشیا کو دکھاتا ہے - یہان فتیلہ سے مراد فتیلۂ روشن ہے نہ کہ فتیلہ خاموش - مطلب یہہ کہ دنیا بے ثبات ہے اور عیش وعشرت کی جگہہ نہین - دیکہو لالہ جو باغ مین ہے وہ خود داغدار ہے اور باغ کا جادہ اس بات کو دکھانے کیلئے اہل نظر کی آنکھون مین فتیلۂ روشن کا کام دے رہا ہے - جادہ کو فتیلہ کے ساتھہ تشبیہ دی ہے اور وجہ شبہ درازی ہے جو جادہ اور فتیلہ دونون مین مشترک ہے - یہہ شعر کوہ کندن وکاہ برآوردن کا مصداق ہے -

بے مے کسے ہے طاقت آشوب آگہی	کھینچا ہے عجز حوصلہ نے خط ایاغ کا

آگہی = ہوشیاری - یعنے بغیر شراب کے آشوب ہوشیاری کی طاقت کسی کو نہین ہے مطلب یہہ کہ ہم کو بغیر شراب کے ہوشیاری حاصل نہین ہوتی جب ہم شراب پیتے ہین تب کام کرینگے یا شعر کہنے کی قوت اور طاقت ہم کو حاصل ہوتی ہے مسعود سعد شراب کی تعریف مین فرماتے ہین ؎ بخواہ آن طبع را قوت بخواہ آن کام را لذت ٭ بخواہ آن چشم را لالہ بخواہ آن مغز را عنبر ٭ شراب کا مقوی طبع ہونا اس شعر سے ثابت ہے - چونکہ آزاد منش اور بے پروا لوگ ہوشیاری کو بری چیز جانتے ہین لہذا ہوشیاری کو آشوب کہا ہے - آشوب یعنے فتنہ وفساد وہنگامہ - کھینچا ہے عجز

حوصلہ نے خط ایاغ کا — یعنے شراب نہونے سے حوصلہ عاجز ہوگیا ہے۔

بلبل کے کاروبار پہ ہین خندہ ہاے گل	کہتے ہین جسکو عشق خلل ہے دماغ کا

بلبل کے کاروبار پہ ہین خندہ ہاے گل = یہہ مصرع ردلف لام مین بھی آیا ہے اس شعر کے یہہ معنے ہین کہ بلبل کی عشقبازی اور نواسازی پر گل ہنستے ہین اور بلبل اس بات کو سمجھتا ہی نہین اور اپنے کاروبار سے جو عاشقی و نغمہ گری ہے باز نہین آتا تو اُسکے عدم فہم کیوجہ سے یہہ ثابت ہوا کہ بلبل عاشق مزاج کا دماغ صحیح نہین ہے اور عشق و عاشقی خلل دماغی کا نام ہے۔ کیونکہ ہوشیار ہوتا تو اپنی تضحیک و ہنسائی کو پسند نکرتا اور ترک عاشقی کرتا۔ اس شعر مین یہہ بات بیان کی ہے کہ عشق بُری چیز ہے اور بر خلاف اہل عرفان کے عشق کی مذمت کی ہے۔ میرزا نے اور ایک جگہہ عشق کی توہین کہی ہے ؏ عشق نے غالب نکما کردیا ✤ ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے ✤ کتاب سلم الادب مین لکھتے ہین کہ فیثاغورس حکیم نے عشق کی تعریف مین کہا ہے عشق خاصیت طبعی ہے کہ دل مین پیدا ہو جاتی ہے۔ حرکت کرتی ہے اور بڑہتی ہے اور پہر پرورش پاتی ہے۔ اور حرص کے بہت سے مادے اس کے ساتھہ جمع ہو جاتے ہین اور جتنی زور پر آتی ہے۔ اُتنی ہی صاحب عشق کی گھبراہٹ اور دلبستگی۔ دراز نفسی طمع کی آرزوؤن کا سوچ جستجو کی حرص طول کھینچتی ہے یہانتک کہ غم پر اضطراب تک نوبت پہنچ جاتی ہے خون بدن مین اسوقت جل جاتا ہے اور مادہ صفراوی بھڑک کر سودائے

تبدیل ہو جاتا ہے - سوداکی طبیعت مین فساد فکر داخل ہے اور فساد فکر
کے ساتہہ ہی زوال عقل ہوتا ہے - اور ناممکن بات کی امید - آرزوے
بے انتہا - یہانتک کہ یہہ جنون کو نوبت پہنچا دیتی ہے - اکثر ایسے وقت
مین عاشق نے اپنے تئین مار ڈالا ہے - اکثر غم کے مارے مر گیا ہے - اکثر
معشوق کیطرف دیکہا اور شادی مرگ ہو گیا - اکثر ایک ٹھنڈی سانس لیا ہے
اور دم گہٹ کر رہ گیا ہے - ۲۴ گہنٹے تک اسطرح رہا ہے کہ لوگ جانتے ہین
مر گیا - اُسے دفن کر دیتے ہین مگر وہ زندہ ہوتا ہے اکثر اوپر کو سانس
لیا ہے - دم غلاف دل مین گہٹ جاتا ہے - دل اُس پر چمٹ جاتا ہے
کہ پہر نہین کہلتا یہانتک کہ مر جاتا ہے - اور تو اُسے دیکہے گا کہ جس پر
عاشق ہے جب اُسکا ذکر کیا جائے تو لہو اُسکا ہٹ جاتا ہے - اور
رنگ بدل جاتا ہے - شیخ ابن سینا کہتا ہے کہ عشق ایک
وہم فاسد کا مرض ہے جیسے دیوانہ پن کہ بعض صورتون اور عادتون
کے اچہا ہونے پر دل کو قایم کر کے انسان اس مرض کو خود اپنے
اوپر لیتا ہے کبہی اُس کے ساتہہ ہوس جماع کی بہی ہوتی ہے اور کبہی
نہین ہوتی صحراے عرب کی ایک عورت نے کہا کہ عشق ٹھہری ہوی چیز
کے ہلا دینے اور ہلی ہوی چیز کے ٹھہرا دینے کو کہتے ہین - بعض اہل
ادب نے کہا ہے کہ جنون قسم قسم کا ہے - ایک قسم اسمین سے عشق بہی
ہے قاموس مین ہے کہ عشق پیار کرنے والے کا گہمنڈ کرنا ہے
اپنے پیارے پر - یا محبت کا بیحد ہونا - پاکدامنی کے ساتہہ بہی ہوتا ہے

اور ناپاکی کے ساتھہ بھی - یا اُس کے عیوب سے عقل کا اندھا ہو جانا
یا ایک مرض وہمی ہے کہ بعض صورتون کے اچھا سمجھنے پر دل لگا کر انسان
اُس مرض کو آپ اپنے سر لیتا ہے - عَشِقَہٗ جیسا عَلِمَہٗ عِشقًا بالکسر اور
بالتحریک (یعنے دونو زبرون سے) ہے - مرد عاشق اور عورت عاشق
بھی اور عاشقہ بھی اور تعشّقہ یعنے وہ بناوٹ سے عاشق بنا - اور
سِکّیت کے وزن پر ہو تو بڑا عشق والا -

تازہ نہین ہے نشۂ فکر سخن مجھے — تریاکیِ قدیم ہون دُودِ چراغ کا

یعنے زمانۂ قدیم سے دُودِ چراغ کی تریاک کہایا کرتا ہون - یعنے رات بہر
اور تمام شب چراغ سامنے رکھکر فکر کر کے اشعار کہتا ہون - دودِ چراغ
خوردن فارسی کا محاورہ ہے اور مرزا نے یہہ مضمون اسی محاورہ سے
اخذ کیا ہے - تریاکی = منسوب بہ تریاک ہے جیسے افیون کہانیوالے
کو افیونی کہتے ہین اسیطرح تریاک کھانے والے کو (تریاکی) کہا ہے
اور اسیطرح شرابی و کبابی وغیرہ الفاظ آئے ہین - شرابی یعنے شراب
پینے والا - وَقِسْ عَلیٰ ھٰذا - افیونی و تریاکی و شرابی و کبابی کی
یا یاے فاعلی ہے تریاک = پادزہر -

ہے خونِ دل ہے چشم مین موجِ نگہ غبار — یہہ میکدہ خراب ہے مے کے سراغ کا

قائل نے خونِ دل کو شراب اور چشم کو شراب خانہ قرار دیا ہے - یہان خراب کا

لفظ ایہامی لفظ ہے کیونکہ خراب بمعنیٔ مست و ویران آیا ہے۔ معنی اول یعنے مست کے لحاظ سے یہہ لفظ میکدہ اور مے کے ساتھہ مناسبت رکہتا ہے۔ کیونکہ شراب مستی آور اور مست کرنے والی چیز ہے۔ اور اس شعر مین معنیٔ ثانی یعنے ویران مراد ہے۔ غبار مین حرف با ہے لہذا بے اور با صنعتِ تضاد ہے۔ حاصل شعر یہہ کہ ہماری آنکہہ خون دل کی تلاش کر رہی ہے یعنے خون رونا چاہتی ہے۔

باغ شگفتہ تیرا بساطِ نشاطِ دل	ابر بہار خمکدہ کس کے دماغ کا

باستثنا و ثوق صراحت کے اس شعر کے معنے کل شارحون نے غلط لکہے ہین۔

وہ مری چینِ جبین سے غمِ پنہان سمجہا	رازِ مکتوب بہ بے ربطیِ عنوان سمجہا

یعنے معشوق نے میرے چین جبین کو دیکہکر یہہ سمجہا کہ مین غمگین ہون۔ دوسرے مصرع مین سمجہا کی جگہہ فہمید لکہد یجئے تو سالم مصرع فارسی بنجاتا ہے۔ مصرع رازِ مکتوب بہ بیربطیٔ عنوان فہمید۔ بعض کاتبون نے بہ کو بے یعنے پر کا مخفف لکہدیا ہے جس سے دوسرا مصرع بے معنے ہوگیا تہا یہہ بہ تعلیل کے لئے یعنی بمعنیٔ از آیا ہے۔ بہ بیربطیٔ عنوان یعنے بسبب بے ربطیٔ عنوان کے سمجہا کا فاعل معشوق ہے۔ غم پنہان یعنے غم دل۔

بدگمانی نے نچاہا اُسے سرگرمِ خرام	رخ پہ ہر قطرۂ عرق دیدۂ حیران سمجہا

معشوق کی بدگمانی نے معشوق کو سرگرم خرام نہیں ہونے دیا - یعنے معشوق جو سرگرم خرام نہین ہوتا ہے اسکی وجہ کیا ہے - ؟ اسکا سبب یہہ ہے کہ مشی اور سرگرمی رفتار سے چہرہ پر پسینہ آتا ہے اور پسینے کے قطرے آنکھون سے کسیقدر مشابہت اور ہمشکلی رکھتے ہین تو معشوق نے بوجہ بدگمانی کے ان قطرون کو اپنے عاشقون کی آنکھین تصور کرلین اور یہہ سمجھا کہ راہ چلنے مین اسکے چہرے پر اپنے عاشقون کی آنکھین لگ جاتی ہین لہذا سرگرم خرام نہوا -
دیدۂ حیران = یعنے دیدۂ حیران عاشق کا جو معشوق کے حسن و جمال و ناز و انداز کو دیکھکر محض حیران اور مبہوت و بے حس ہو گیا ہے -

عجز سے اپنے یہہ جانا کہ وہ بدخو ہو گا		نبض خس سے تپش شعلۂ سوزان سمجھا

یعنے معشوق سرکش کے سامنے عاجزی و انکساری بیکار و فضول ہے جیسے فارسی کا شاعر کہتا ہے ؎ اظہار عجز پیش ستم پیشہ چارہ نیست ÷ اشک کباب باعث طغیان آتش است ÷ تپش تپیدن کا حاصل بالمصدر ہے تپیدن یعنے تڑپنا - لفظ تپش نبض کے ساتھہ مناسبت رکھتا ہے کیونکہ نبض مین تڑپ اور حرکت ہوتی ہے شاعر کہتا ہے کہ جسطرح شعلہ خس کو جلا دیتا ہے اوسیطرح معشوق افروختہ میری عاجزی سے زیادہ بدخو ہوتا ہے

سفر عشق مین کی ضعف نے راحت طلبی		ہر قدم سایہ کو مین اپنے شبستان سمجھا

مصرع از ضعف بہر جا کہ نشستیم وطن شد - کا مضمون ہے شبستان یعنے راحت

راست ہوتی ہے اور سایہ کو ضعف کے ساتھہ تشبیہ تامہ ہے کیونکہ وہ بھی
افتادہ ہوتا ہے ضعیفون کیطرح - اور سفر مین چلنا ہوتا ہے لہذا یہہ لف و نشر
مرتب ہوا -

تھا گریزاں مژہ یار سے دل تا دم مرگ		دفع پیکان قضا اسقدر آسان سمجھا

اس شعر مین پیکان قضا اور دم مرگ اور مژہ یار ایسے الفاظ ہین کہ اُن کے
ساتھہ لفظ زخم کمال درجہ کی مناسبت و لطافت و نزاکت رکھتا ہے
لہذا حضرت قبلہ گاہی مولانا والہ مرحوم و مغفور کا دخل قابل
تعریف ہے - لفظ زخم کی مناسبت سے اس موقع پر شاعر نازک خیال
کا ذہن ہی محظوظ ہو سکتا ہے - دفع کا لفظ بہدا ہے - اور لطف یہہ
معنی مین کوئی نقصان نہین آتا یعنے دل نے تا دم مرگ یہہ سمجھا کہ مژہ یار سے
بھاگ جاؤنگا تو زخم پیکان قضا سے محفوظ رہونگا - حقیقت مین حضرت
والہ مرحوم کا یہہ نسخہ قابل داد و انصاف ہے نہ لایق گرفت وگر مرزا
غالب دہلوی کوئی پیغمبر نہین تھے جو اول سے آخر تک معصوم اور غلطی
سے محفوظ رہ سکتے - مژہ کی تشبیہ نشتر کے ساتھہ دیجاتی ہے اور نشتر کا
کام زخم کرنیکا ہے - مرگ بعض وقت زخم سے واقع ہوتا ہے - اور پیکان
کا یہہ کام ہے کہ زخم کرے - ان وجوہات سے زخم کا لفظ مناسب ہے -

دل دیا جان کے کیون اُسکو وفادار اسد		غلطی کی کہ جو کافر کو مسلمان سمجھا

یعنے معشوق بیوفا ہے اُسکو جو وفادار سمجہا تو یہہ غلطی کی اور معشوق بیوفا کو وفادار جاننا ایسی غلطی ہے جیسے کوئی شخص نادانی سے کافر کو مسلمان سمجہے۔ **اسد** = منادی یعنے اے اسد۔ **اُسکو** = یعنے معشوق بیوفا کو پہلے مصرع کا مضمون اسطرح ہے کہ اے اسد کیون اُسکو یعنے معشوق کو وفادار سمجہکر تو نے اپنا دل دے دیا۔ کافر اور مسلمان صنعت تضاد ہے جسکا دوسرا نام طباق ہے۔ **جان کے** = یعنے سمجہکر اور جان بمعنی روح بہی آیا ہے۔ اور یہہ دوسرے معنے یعنے روح جو یہان غیر مقصود اور نامطلوب ہین لفظ دل کے ساتہہ مناسبت رکہتے ہین۔ کیونکہ دل اور جان لازم وملزوم چیزین ہین اور روح کا مقام دل ہے لہذا لفظ جان سے اس شعر مین صنعت ایہام التناسب پیدا ہو گئی۔ شعر صاف اور نہایت عمدہ بلکہ لاجواب ہے۔

دیکہکر غیر کو ہو کیون نہ کلیجا ٹہنڈا	نالہ کرتا تہا ولے طالب تاثیر بہی تہا

کلیجا ٹہنڈا ہونا محاورہ ہے اسکے معنے ہین مراد بر آنا۔ خوش ہونا۔ آرام پانا۔

پیشہ مین عیب نہین رکہئے نہ فرہاد کو نام	ہم ہی آشفتہ سرون مین وہ جوانمیر بہی تہا

پیشہ = پیشہ یہی کہ فرہاد نے سنگ تراشی کا کام کیا تہا۔ کسیکو نام رکہنا = محاورہ ہے۔ اسکے معنے ہین کسیکو عیب لگانا۔ بدنام کرنا۔ برا کہنا۔ **آشفتہ سر** = دیوانہ۔

ہمہ نا امیدی ہمہ بدگمانی	مین دل ہون فریب وفا خوردگان کا

ہمہ نا امیدی ہمہ بدگمانی = یہہ دونون صفات اُس دل کے ہین جس نے
وفای بیوفایان کا فریب کہایا ہے -

خورشید ہنوز اُسکے برابر ہوا تہا	چہوڑا مہ نخشب کیطرح دست قضا نے

ماہ نخشب = وہ چاند ہے جسکو حکیم ابن عطا مشہور بہ ابن مقنع نے جادو
اور شعبدہ کے اصول پر سیماب اور دوسرے اجزا سے بنایا تہا - وہ چاند
برابر دو مہینون تک ہر رات کو ایک کنوین سے جو کوہ سیام کے نیچے
واقع تہا نکلتا تہا اور اُسکی روشنی بارہ میل تک جاتی تہی - جاننا چاہیئے
کہ دو مہینون کے بعد یہہ شعبدہ مفقود و معدوم ہوگیا نخشب بفتح نون و
سکون خاء معجمہ و باء موحدہ ایک شہر کا نام ہے جو ملک ماوراء النہر مین
ہے - ماہ نخشب کو ماہ سیام بہی کہتے ہین اور کوہ سیام ایک پہاڑ کا نام ہے
جو شہر نخشب مین ہے - اس شعر کا مضمون یہہ ہے کہ جب آفتاب نے ہمارے
معشوق سے برابری کا دعوی کیا تو کارکنان قضا و قدر نے ماہ نخشب
کیطرح آفتاب کو چاہ مغرب مین چہوڑ دیا یعنے غروب کردیا - اس قبیل کے
اچہے اچہے مضامین بعض اردو کے اور نامور شعرا نے بہی نکالے ہین چنانچہ
میر سوز رح کہتے ہین ؎ دعوی کیا تہا گل نے اُس رخ سے رنگ و بو
کا + مارین صبا نے دہولین شبنم نے منہ مین تہوکا - میر تقی رح ؎
کیا خوبی اُسکے منہ کی اے غنچہ نقل کرئے + تو تو نہ بول ظالم بو آتی ہے
دہان سے + و لہ ؎ چمن مین گل نے جو کل دعوی جمال کیا + جمال

یار نے منہ اوسکا خوب لال کیا - مرزا سودا رح ؎ برابری کا تری گل نے جب خیال کیا * صبا نے مار تھپیڑا منہ اُسکا لال کیا - میرزا غالب نے اپنے شعر مین دعوی یا برابری کا لفظ حذف کر دیا ہے تاکہ شعر مین دقت و اشکال پیدا ہو اور جادہ خیالبندی کے مطابق ہو جائے -

توفیق باندازۂ ہمت ہے ازل سے	آنکھون مین ہے وہ قطرہ کہ گوہر نہوا تھا

اس شعر مین معاصی اور خطیات پر شرمندگی و خجالت سے گریہ کرنے اور رونے کی ترغیب تحریص وہی ہے چنانچہ مولوی رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین ؎ آخر ہر گریہ آخر خندہ ایست * مرد آخر بین مبارک بندہ ایست - اور معہذا بلند ہمتی کی تعریف کی ہے - توفیق = اس لفظ کے لغوی معنے یہہ ہین کہ کسی شے کو کسی شے کے ساتھہ مساوی بنا دینا اور اصطلاحی یہہ معنے ہین کہ اللہ جلشانہٗ اسباب نیوی کو مخلوقات کی خواہش کے مطابق جمع کر دے یعنے جیسی تمنا ہو ویسے ہی سامان فراہم ہو جائین تاکہ اُن کی مراد بر آئے - اور یہہ لفظ صرف امور خیر مین مستعمل ہوتا ہے - مختصر معنے یہہ ہین کہ آرزو کے موافق سامان فراہم ہونا - یہان اصطلاحی معنے مراد ہین ہمّت = غم اور فکر اور مجازاً ارادۂ بلند کو کہتے ہین - یہان مجازی معنے مراد ہین - اس لفظ کے اور بھی کئی معنے ہین جو لغات کے دیکھنے سے معلوم ہون گے - ازل = وہ زمانہ جسکو ابتدا نہو -

درپئے یا معاصی تنک آبی ہوا خشک	میرا سرِ دامن بھی ابھی تر نہوا تھا

یعنے میں گنہگار ہون - تُنُک آبی = یہہ لفظ مرکب ہے تنک اور آبی سے تُنُک بضمتین اور یہہ کاف عربی ہے نہ فارسی - تنک کے معنے ہین کم اور تہوڑا - اور یا مصدری ہے تنک آبی کے معنے ہین کم آب ہونا - کم پانی والا ہونا - تہوڑا پانی رکہنے والا ہونا - سرِ دامن = دامن کا کنارہ

جاری تھی اسد داغ جگر سے مری تحصیل	آتشکدہ جاگیر سمندر نہوا تھا

یعنے اُس سے پیشتر کہ آتشکدہ جاگیر سمندر ہو جاسے میرے داغ جگر سے تحصیل جاری تہی یعنے مین آتش عشق مین بہت قدیم سے جل رہا ہون - میرے بعد سمندر کو آتشکدہ کی جاگیر ملی ہے - اس شعر مین شاعر نے اپنی قدامت عاشقی کا ذکر کیا ہے - سَمَنْدَر = ایک جانور کا نام ہے جو چوہے کی شکل کا ہوتا ہے اور آگ مین پیدا ہوتا ہے - اور آگ مین رہتا ہے - جب آگ سے نکالا جاسے تو مر جاتا ہے حضرت قبلگاہی مولانا والد مرحوم فرماتے ہین ؎ روزِ الست و عہدِ بلا بود + آن دم کہ کردی یغما دل من +

شب کہ وہ مجلس فروز خلوت ناموس تھا	رشتہ ہر شمع خار کسوت فانوس تھا

یعنے شمع جمال معشوق کے سامنے بے رونق ہو رہی تھی - اردو زبان ہین

شمع مونث ہے نہ مذکر چنانچہ **صبا** کہتے ہین ؎ ہوے پیراب داغ الفت کہان
سحر ہو گئی شمع رخصت ہوی ۞ ۹ ۵ = یعنے معشوق **شمع** = موم بتی **رشتہ شمع** =
موم بتی مین جو تاگا ہوتا ہے جس سے موم بتی جلتی ہے اُسکو رشتۂ شمع
کہتے ہین ۔ شاعر نے اس رشتہ کو کانٹا قرار دیا ہے ۔ مگر کانٹے کے معنے
یہان حقیقی نہین ہین بلکہ مجازی معنے مراد ہین یعنے تکلیف و زحمت و آزار ۔
خار در پیراہن بودن فارسی کا محاورہ ہے ۔ شاعر نے اس محاورہ کو اس
شعر مین برتا ہے ۔ **کسوت** = بالکسر لباس اور پوشاک کو کہتے ہین ۔
فانوس = عربی زبان کا لفظ ہے اردو مین یہہ لفظ مونث ہے ۔ چنانچہ
برق کہتے ہین ؎ کیا تجلی مین کہون اُس ساعد پر نور کی ۞ آستین
یار ہے فانوس شمع طور کی ۞ فانوس کی شکل غبارہ سے شبیہ ہوتی ہے
اور وہ شمع پر ڈہانک دیجاتی ہے تاکہ شمع ہوا سے نہ بجہے اور اُس کی
تیز روشنی کا بُرا اثر آنکہون پر نہو کیونکہ فانوس مین سے جو روشنی چراغ
کی نکلتی ہے وہ دہیمی ہوتی ہے ۔ فانوس باریک کاغذ کا بنا ہوا ہوتا ہے
او پتلے اور مہین سُرخ رنگ پارچہ سے بہی فانوس بناتے ہین ۔ فانوس
کے حقیقی معنے غماز اور چغلخور کے ہین مگر اس غبارہ وش چیز کو بہی جو شمع
پر ڈہانکی جاتی ہے فانوس کہتے ہین کیونکہ وہ چراغ کی روشنی کو نہین
چہپاتی گویا روشنی کی غمازی کرتی ہے جیسے چغلخور کسیکی بات کو پوشیدہ
نہین رکہتا ۔ اور یہہ مجازی معنے ہین فانوس کی تشبیہ قفس کے ساتہہ
بہی دیجاتی ہے ۔ فانوس کے جو مرکبات دیکہے گئے وہ یہی ہین کہ فانوس گردان

باضافت اور فانوسِ خیالی ۔ و فانوسِ خیال ۔ اور فانوسِ نارنج اور فانوسِ
شمع ۔ **فانوس گردان** ۔ بکاف فارسی وہ فانوس ہے جسکے اندر مختلف
چیزون کی شکلین تماشے کے لئے بناتے ہین ۔ اور وہ شکلین فتیلہ کے
دھوین کے زور سے گردش کرتی ہین اور فانوس خیالی بہی اسیکو کہتے ہین
فارسی کا کوئی شاعر کیا خوب کہتا ہے ؎ دہر فانوسِ خیال و عالمی
حیران دراو ٭ مردمان چون صورت فانوس سرگردان دراو ٭ فانوسِ نارنج
بہی ایک کہیل اور تماشے کی فانوس ہے ۔ نارنگی کو خالی کر دیتے ہین
اور باقی ماندہ چہلکے کے اندر نقش و نگار کرتے ہین اور اُس حلقہ کے
بیچ مین ایک چراغ روشن کر دیتے ہین ۔ فانوس شمع کا بیان اوپر مذکور
ہو چکا ۔ جاننا چاہیئے کہ فانوس کا استعمال اِس نئی روشنی کے زمانہ
مین متروک ہے ۔ **مجلس فروز** = یعنے مجلس کا روشن کرنے والا یعنے
حاضر و موجود ۔ مجلس فروز حاضر و موجود کی جگہہ تعظیماً کہتے ہین ۔ **خلوت** =
بالفتح تنہائی مگر یہان گوشہ اور کنارہ کے معنے مین بقاعدہ مجاز مرسل یعنے
استعمالِ حال بجائے محل ۔ شعر کے معنے یہہ ہین کہ رات کو جو معشوق محفل مین
موجود تہا تو رشتۂ ہر شمع فانوس شمع کے لئے خار در پیراہن تہا مطلب یہہ کہ
ہمارے معشوق کے حسن و جمال کے روبرو تمام شمعین بے رونق اور بے نور
تہین یعنی حسنِ معشوق کی تعریف کی ہے ۔ اسی مضمون کو **خواجہ میر درد** نے
طرز سلیس مین اسطرح بیان فرمایا ہے ؎ رات مجلس مین ترے حسن کے
شعلے کے حضور ٭ شمع کے منہ پہ جو دیکہا تو کہین نور نہ تہا **میرزا غالب** نے

اس مضمون کو پیچیدہ اور مشکل ترکیب مین بیان کر کے نازک خیالی کی شان دکھائی ہے۔ ؎ شب کہ او مجلس فروز خلوتِ ناموس بود ٭ رشتۂ ہر شمع خارِ کسوتِ فانوس بود۔ شعر ذرا سے تغیر مین پورا فارسی بنگیا۔

دل بدل پیوستہ گویا یک لبِ افسوس تھا		حاصلِ الفت نہ دیکھا جز شکستِ آرزو

حاصل الفت ندیدم جز شکست آرزو   دل بدل پیوستہ گویا یک لب افسوس بود

شعر ذرا سے تغیر مین پورا فارسی بنگیا۔ فارسی کا شاعر شفیعائی اثر کہتا ہے ؎ فلک از رشک نگذارد بحالِ خود دو ہمدم را ٭ بسنگ از یکدگر سازد جدا بادام توام را ٭ ان دونون شعرون کا مضمون ایک ہے یعنے تفرقہ فی الاحباب کا مضمون ہے مگر پیرایہ جدا جدا ہے اور دونون شعر لاجواب ہین۔

جو کہ کھایا خونِ دل بے منتِ کیموس تھا		کیا کہون بیماریٔ غم کی فراغت کا بیان

کیموس بالفتح بروزن محسوس۔ یہہ سریانی زبان کا لفظ ہے اور علم طب کے متعلق ہے جو چیز جگر اور عروق یعنے رگون مین تیار ہوتی ہے اُسکو کیموس کہتے ہین اور وہ کف کے مانند ہوتی ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ غم عشق مین مجھکو جگر اور رگون کا احسان اُٹھانا نہ پڑا کیونکہ مین نے کیموس جسکا تعلق جگر اور عروق کے ساتھہ ہے نہین کھایا بلکہ مین نے دل کا احسان اُٹھایا کیونکہ خون کھایا جسکا تعلق دل کے ساتھہ ہے۔ چونکہ آدمی کے جسم مین دل بہ نسبت دوسرے اعضا کے زیادہ تر شریف ہے لہذا شاعر یہہ خیال

کرتا ہے کہ دلکا احسان اٹہانا بہتر ہے۔ کیموس کے متعلق بعض اہل تحقیق کہتے ہین کہ کیموس اُس صورت غذا کا نام ہے جو دوسرے طبخ مین جگر مین پکتی ہے اور وہ صاف و شفاف پانی کیطرح ہوتی ہے۔ شعر کا مطلب یہہ کہ کیموس نہین کہایا۔ بلکہ خون کہایا ہے منت کیموس = یعنے بے منت مطبخان کیموس جو جگر اور عروق ہین بقاعدہ مجاز مرسل صحیح ہے یعنے استعمال مظروف بجاے ظرف۔ اس شعر مین قصیدہ کی شان ہے نہ غزل کی۔

فراغت = فراغت اس معنی کی کہ بہت سی چیزونکا احسان اٹہانا نہ پڑا بلکہ صرف دل کا احسان اوٹہایا۔

آئینہ دیکھہ اپنا سا منہ لیکے رہگئے	صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تہا

فارسی کا شاعر کہتا ہے ؎ میرسد از خانۂ آئینہ سرشار جنون + این پری از سایۂ خود شد گرفتار جنون + یعنے یہ پری اپنے اوپر آپ عاشق ہوگئی بسبب کمال حسن و جمال کے جو اُسکو حاصل ہے۔ سایہ بمعنی عکس آیا ہے اس فارسی کے شعر سے یہہ معلوم ہوا کہ ایسے مضمون کو فارسی کے شاعرون نے بہی لکہا ہے۔ درحقیقت اعلی درجہ کا مضمون ہے۔ حسن کی تعریف اس سے بڑہکر کیا ہوسکتی ہے کہ معشوق آپ ہی اپنا گرویدہ و دلدادہ ہو جائے۔ اپنا سا منہ لیکر رہ جانا = محاورہ ہے یعنے شرمندہ ہونا۔ سوال پورا نہونے کی شرم سے چپ ہجانا۔ پشیمان ہونا دیکھہ = یعنے دیکہکر۔ حرف عطف یعنے کر حذف کرنا اب متروک ہے

کتنا = یہان اشارہ طرف زیادتی کے ہے۔ کتنا غرور تھا یعنے بہت غرور تھا۔ یہہ = پر کی جگہ یہ اب متروک ہے۔

قاصد کو اپنے ہاتہہ سے گردن نہ مارئے	اُسکی خطا نہین ہے یہہ میرا قصور تھا

قاصد کو = کو اضافی ہے یعنے فارسی کے رائے اضافی کا ترجمہ ہے۔ قاصدرا گردن یعنے گردن قاصد۔ قاصد کی گردن۔ فصاحت کے لئے (کی) کے مقام پر (کو) استعمال کیا ہے۔

جاتا ہون داغ حسرت ہستی لئے ہوئے	ہون شمع کشتہ درخور محفل نہین ہا

جاتا ہون = یعنے دنیا سے جاتا ہون۔ داغ حسرت ہستی = داغ تمنای زندگی داغ حسرت ہستی اسواسطے لئے ہوے جاتا ہون کہ مجکو دنیا مین جینے اور زندہ رہنے کی تمنا ہتی مگر موت نے مہلت ندی اور اجل نے میرا کام تمام کردیا۔ دوسرے مصرع مین تمثیل ہے۔ ہون شمع الخ یعنے شمع کشتہ کے مثل ہون لہذا محفل دنیا کے قابل نرہا۔ داغ غم واندوہ۔ درخور = لائق۔ قابل۔

برروے شش جہت در آئینہ باز ہے	یان امتیاز ناقص و کامل نہین ہا

شش جہت یہہ ہین (۱) مشرق (۲) مغرب (۳) شمال (۴) جنوب (۵) فوق (۶) تحت۔

عقل کہتی ہے کہ وہ بے مہر کسکا آشنا	رشک کہتا ہے کہ اُسکا غیر سے اخلاص حیف

یعنے وہ غیر کا بھی آشنا نہین ہے ۔ اخلاص ۔ دلی محبت ۔

عافیت کا دشمن اور آوارگی کا آشنا	ہین اور اک آفت کا ٹکڑا وہ دل وحشی کہ ہے

مصرع اول مین جو اور ہے وہ عطف لازم ہے ۔ اور مصرع ثانی مین جو اور ہے وہ عطف مجرد ہے ۔ یعنے ایک آفت کا ٹکڑا وہ دل وحشی جو عافیت کا دشمن اور آوارگی کا آشنا ہے میرے لئے لازم ہے ۔

آج ہی ہوا منظور اُنکو امتحان اپنا	مَی وہ کیون بہت پیتے بزم غیر مین یارب

یعنے بزم غیر مین معشوق یہہ چاہتا ہے کہ میرا امتحان کرے ۔ اور یہہ دریافت کرے کہ تنگ ظرف کون ہے اور کون نہین ۔ لہذا معشوق نے بہت سی شراب پی لی تاکہ شرکای محفل بھی اُسکی ہمدمی کرکے زیادہ شراب پیوین ۔ مطلب یہہ کہ معشوق غالب کو تنگ ظرف اور غیر کو عالی حوصلہ ثابت کیا چاہتا ہے امتحان مین ۔ فی الحقیقت معشوق بغرض میرے امتحان کے اپنا امتحان کر رہا ہے ۔ اور اس چال مین میرا امتحان منظور ہے ۔

کہ رہے چشم خریدار پہ احسان میرا	سرمہ مفت نظر ہون مری قیمت یہ ہے

سرمہ موصوف اور مفت اُسکی صفت ہے اور یہہ مرکب توصیفی یعنے سرمہ مفت

مضاف ہے نظر کیطرف اور نظر مضاف الیہ ہے اور یہہ اضافت تخصیصی[۱]
ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ مین نظر کا سرمۂ مفت ہون۔ اور لفظ مفت کو بغیر اضافت
کے بھی پڑہ سکتے ہین اسطرح (مفت نظر) یعنے نظر مفت دارندہ۔ مفت نظر
رکہنے والا (یا) نظر مفت دینے والا۔ اسصورت مین جو دوسری صورت ہے
اس ترکیب کو بیدل اور ناصر علی اور غالب کے تراکیب مین سے ایک ہی
ترکیب سمجہنا چاہیئے اور سالم ترکیب مفت نظر کو جو بلا اضافت کے ہے
سرمہ کی صفت قرار دینا چاہیئے یعنے مفت نظر ایک علیحدہ ترکیب ہے
یعنے مین ایسا سرمہ ہون کہ مجہہ مین نظر مفت بہری ہوی ہے۔ جو شخص کور
مجکو اپنی آنکہہ مین لگائیگا فوراً بینا ہو جائیگا بغیر اجرت اور قیمت دینے کے
تیسری صورت یہہ ہے کہ مین سرمہ ہون مانند نظر کے یعنے سرمہ تو ہون
مگر سراپا نگاہ ہون اور نظر ہی نظر ہون اور علاوہ بران مفت ملتا ہون۔
اس صورت مین یہہ اضافت تشبیہی[۳] ہوی اور وجہ شبہ سرمہ کی
عمدگی اور قوت تاثیر ہے اور ادات تشبیہ کا حذف کرنا جائز ہے جیسے لب
لعل و چشم نرگس و دل غنچہ یعنے لب مانند لعل اور چشم مانند نرگس اور دل
مانند غنچہ اور وجہ شبہ سرخی وخوشنمائی و گرفتگی ہے۔ سرمۂ مفت نظر ہون باضافت
لفظ مفت کے یعنے سرمۂ مفت مانند نظر ہون۔ از روے معنی ان تینون
صورتونکا حاصل ایک ہے۔ صرف بیان کی نزاکتین بتلانا مجہے منظور تہا۔

بزم قدح سے عیش تمنا نہ رکھہ کہ رنگ	صید ز دام جستہ ہے اس دامگاہ کا

اس دامگاہ کا یعنے دامگاہِ بزم قدح کا کیونکہ مرزا اس شعر مین بزم قدح کا ذکر کر رہے ہین۔ اس زمین مین مین نے اعلیحضرت قوی شوکت قدر قدرت بندگانعالی متعالی حضور پر نور سلطان دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ کی غزل بے بدل پر بتقریب طرح دو غزلہ کہا تھا اور ایک غزل کے مقطع مین میرزا کے اس مصرع کی تضمین اسطرح کی تھی ؎ غالب نے خوب کہدیا واجد کہ رنگ رخ ؛ صید زدام جستہ ہے اس دامگاہ کا۔ اس تضمین مین مین نے دامگاہ کے معنے بزم قدح کے ہی لئے ہین۔ مرزا نے اس شعر مین بزم قدح کو دامگاہ سے استعارہ کیا ہے کیونکہ شراب کی لذت شراب پینے والون کو اپنے دام مین گرفتار کر لیتی ہے۔

مقتل کو کس نشاط سے جاتا ہون مین کہ ہے	پر گل خیال زخم سے دامن نگاہ کا

مقتل = قتل گاہ۔ نشاط = خوشی۔ کہ = کاف تعلیل یعنے کیونکہ۔ کس نشاط سے = یعنے بہت نشاط سے۔ بڑے نشاط کے ساتھ۔ پُر گل = پہولون سے بہرا ہوا۔ یعنے جب مین مقتل کو جاتا ہون تو خیال زخم کیوجہ سے میرے آنکھون مین گلشن کی سیر دکہائی دیتی ہے۔ مقتل ور زخم لہو کی سبب سُرخ ہوتے ہین لہذا شاعر نے زخم کے خیال کو گلشن قرار دیا ہے کیونکہ گل کا رنگ بہی سُرخ ہوتا ہے۔ پہولون کو دامن مین لیتے ہین لہذا خیال زخم کے پہولون کے لئے نگاہ کا دامن تیار کیا ہے جو دو نون غیر محسوس ہین

جان در ہوائے یک نگہ گرم ہے اسد	پروانہ ہے وکیل ترے داد خواہ کا

دیکھئے دل بیمار اور دست بکار اور چشم براہ اور گوش بر آواز وغیرہ وغیرہ کیسی عمدہ اور دلکش ترکیبین ہین مگر یہہ ایک ترکیب (جان درہوائے یک نگہ گرم) کسقدر لمبی چوڑی اور طول ہونے کیوجہ سے کسقدر طبیعت کو ناگوار گذرتی ہے - ایسے ہی تراکیب ہین جنکی وجہ سے مرزا صاحب اور مومن خان صاحب ہدف اعتراض پہلوانان سخن کے بنجاتے ہین - صرف منتخبہ اور چھوٹے سے باب الالف مین میرزا صاحب کے ایجاد کردہ اتنے تراکیب موجود ہین (۱) یک بیابان ماندگی (۲) نشاط آہنگ (۳) یک شہر آرزو (۴) رستخیز اندازہ (۵) یک قدم وحشت (۶) دو عالم دشت (۷) وحشت خرامی (۸) جنون جولان (۹) بجنون غلطیدۂ صدرنگ (۱۰) یک عربدہ میدان - (۱۱) یک عمر ورع (۱۲) در تشنگی مردگان (۱۳) فریب وفا خوردگان (۱۴) سامان طراز نازش (۱۵) بیخانۂ نیرنگ (۱۶) مفت نظر (۱۷) خودداری ساحل (۱۸) حریف جوشش دریا (۱۹) طاقت آشوب آگہی (۲۰) حیرت کدۂ شوخی ناز (۲۱) یک الف بیش نیست (۲۲) صور تنخانۂ خمیازہ (۲۳) خار تشنہ کامی (۲۴) خمیازۂ ساحل (۲۵) جادۂ راہ فنا (۲۶) بیک کف بردن صد دل - (۲۷) انداز بجنون غلطیدن بسمل (۲۸) برق سوز دل (۲۹) موج سراب دشت وفا (۳۰) دیوانگئ شوق (۳۱) ہر قدم سایہ (۳۲) سبق شوق (۳۳) جان درہوائے یک نگہ گرم - الغرض صرف منتخبہ اور چھوٹے سے باب الالف مین یہہ (۳۳) مرکبات و تراکیب آئے ہین جو ایران کی فارسی مین ہرگز مستعمل

نہین ہین اور جب تک ان ترکیبون کے اسناد اہل لسان کے کلام کے اندر
نملین تب تک ان کو صحیح جاننا اور اپنی نظم و نثر مین ان کا استعمال کرنا محض
قلت تتبع اور خود پسندی و عدم تحقیق سے ہوگا۔ فارسی کے اہل لسان
ان تراکیب کو سنکر پوچھتے ہین کہ این کدام زبان است اور کہتے ہین کہ اینکہ
زبان فارسی نیست حاصل کلام الفاظ کا ایجاد کرنا اور محاورون کا اختراع
عمدہ بات ہے مگر اہل لسان کو زیادہ تر سزاوار ہے اگر غیر ملکی حضرات قادر الکلامی
کے زعم پر غیر زبان مین اختراعات کرنا چاہین تو یہہ بات ممکن ہے مگر اسکے
لئے ذوق سلیم درکار ہے اور حضرت امیر خسرو دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
و قدس اللہ سرہ کی تقلید بہتر ہے کیونکہ کسی اہل لسان کو آپ سے نزاع و خلاف
نہین اور میرزا بیدل اور شیخ ناصر علی کے اختراعات کو اہل لسان ہرگز پسند
نہین کرتے اسکی وجہ خاص صرف اتنی ہے کہ ان دونون صاحبون کے
اختراعات ذوق سلیم اور جادۂ مستقیم سے باہر ہین بلکہ رکیک و طویل و پر
تصنع و غیر فصیح و اضافت در اضافت و صفت در صفت و تراکیب مقلوبہ
بلا وجہ موجہ کثرت سے ہوا کرتے ہین یہی وجوہات ہین کہ ان صاحبون کے
اختراعات مقبول خاص و عام نہین ہوے بلکہ چند لوگ اُن کے رواج
دینے پر تعصب و نفسانیت سے ہٹ دہرمی اور بیجا اصرار کرتے رہے
جسمین اُن کو انجام کار ناکامی حاصل ہوی قاعدہ فارسی کے لحاظ سے
نشاط آہنگ کے معنے قصد نشاط دارندہ یا ارادۂ نشاط کنندہ کے
ہو سکتے ہین مگر میرزا نے اپنے شعر مین اس ترکیب کے کچھہ عجیب معنے

لئے ہین یعنے خوشی کی الاپ رکہنے والا حالانکہ غمی کی کوئی الاپ
نہین ہوتی پھر خوشی کی الاپ چہ معنی دارد اگر غمی کی الاپ ہو اور اسکے
مقابلے پر اور اسکی ضد مین خوشی کی الاپ کہا جائے تو ترکیب مربوط
و چسپان ہوگی کیونکہ الاپ کو غم سے کوئی تعلق نہین مرزا نے اس ترکیب
کے جو معنے لئے ہین وہ کبہی اہل لسان کے پاس مقبول و پسندیدہ
ہو نہین سکتے دیگر وحشت خرامی۔ خرامیدن کے معنے ناز سے چلنے
اور ٹہلنے کے ہین وحشت کو خرام سے کیا تعلق لہذا یہہ ترکیب بہی غیر مربوط
ہے وقِس علی ھذا القیاس کہان تک لکہہ سکتا ہون اسکے لئے
تو ایک دفتر ضخیم و علیحدہ بلکہ دفتر دہ مَن درکار ہے صرف مین نے ترکیب
لکہدئے ہین سمجہنے والے سمجہین اور محظوظ ہون میرے اُستاد شفیق و عم
معظم مولوی حکیم عبد الباسط صاحب المتخلص بہ عشق مرحوم و مغفور فرمایا
کرتے تہے کہ میرزا غالب کو شاعری مین طبع خداداد حاصل تہی اور وہ اعلی
درجہ کے شاعر تہے مگر میرزا صاحب کو علم و فضل نہین تہا اس روایت سے
میرا منشا یہہ ہے کہ میرزا صاحب کی شاعری پر کوئی صاحب انگشت اعتراض
نہین رکہہ سکتے کیونکہ اُن کا شاعرانہ خیال بالکل اچہوتا اور موثر اور نازک دل
ہے مگر طرزِ خیالبندی اور اختراعِ تراکیب فی الحقیقت عام طور پر بلا تخصیص
خلل انداز اور قابلِ اعتراض بلکہ لائقِ اصلاح ہے۔ میرزا صاحب کے
تصنیفات فارسی و اردو خصوصاً تصنیفاتِ فارسی کے دیکہنے سے معلوم ہوتا ہے
کہ اس قسم کی سیکڑون ترکیبین اپنی رائے اور طبیعت سے اُنہون نے ایجاد کی ہین

جنکا نتیجہ یہہ ہے کہ کوہ کندن و کاہ بر آوردن اور اہل لسان اور وہ فصحاے
بلاغت شعار جو اہل لسان کے مقلد اور پیرو ہین اُن تراکیب کو دیکھکر مہمل اور
بے معنی کہا کرتے ہین اور ایسے تراکیب کا غیر مانوس طبیعت ہونا تو ایک
قطعی و یقینی بات ہے۔ مومن خان صاحب کا بھی یہی حال ہے۔ ان
صاحبون کی اُستادی مین کوئی کلام نہین بلکہ خداوندانِ سخن ہین مگر جو
عیب ہے وہ عیب ہے اور جو ہنر ہے وہ ہنر ہے۔ ان صاحبون کا کلام بھی
اور بُری ترکیبون کا مجموعہ ہے۔ جو کلام اچھا ہے وہ لاجواب ہے۔ خاص
و عام کے دلون پر جادو کا کام کرتا ہے اور جو تراکیب اسالیب ہٹ
دھرمی اور خود پسندی سے بنا لئے گئے ہین وہ کبھی ور کسی وقت مین فصحاے
لسان بلکہ اہل لسان کے پاس مقبول ہو نہین سکتے بلکہ ہمیشہ وہان سے
بے معنی و جفنگ کا خطاب ملا کرتا ہے۔ مرزا صاحب کتاب عود ہندی
مین یہہ دعوی کرتے ہین کہ مین نے ہر ایک ترکیب اہل لسان سے اُخذ
کی ہے مگر اُن کا یہہ دعوی صحیح نہین ہے چنانچہ دیکھئے مرزا پنج آہنگ کے
ایک رقعہ مین لکھتے ہین فرود آمدن جاے من در کلکتہ بھینڈی
بازار است۔ یعنے فرودگاہ من در کلکتہ بھینڈی بازار است۔ اہل لسان
یا منزل کہین گے یا فرودگاہ کہین گے مگر منزل کی جگہ مین اتنا لمبا چوڑا
لفظ اور وہ بھی مقلوب الترکیب یعنے فرود آمدن جا ہرگز نہ کہین گے
اگر کسی شخص کو اس ترکیب کی صحت کا دعوی ہو تو ہمکو یہہ ترکیب
اہل لسان کے کلام مین دکھادے۔ اور فرود آمدن جا کی رکاکت ظاہر ہے

کوئی فصیح آدمی اس لفظ کو فرودگاہ یا منزل کی جگہہ کہہ نہین سکتا اور یک قدم
وحشت اور دو عالم دشت اور یک بیابان ماندگی اور یک زانو تامل اور یک
شہر آرزو اور رستخیز اندازہ اور نشاط آہنگ ورو حشت خرامی وغیرہ وغیرہ یہہ سب
تراکیب ہندیون اور خصوصاً خیالبندون کے بنائے ہوے ہین اور اہل لسان
ان ترکیبون کے موجد نہین ہین اور قلمرو ایران مین ان ترکیبون کو اور ان کے
معنون کو کوئی نہین جانتا کیونکہ یہہ اُن کی زبان نہین ہے لہذا اہل
لسان جب ان ترکیبون کو سنتے ہین تو یہہ پوچھتے ہین کہ این کدام زبان است
اور کہتے ہین کہ این زبان فارسی نیست ۔ ایجاد اور تلاش اور تراشش تو
اچھی چیزین ہین مگر مقبول اور معقول اور پسندیدہ تلاش و تراش آسان
نہین ہے اور ایک دو شخصون سے یہہ کام ہو نہین سکتا بلکہ اس کام کے لئے
اہلِ علم کے مجالس اور اتفاق آرا اور محاورہ کی پابندی اور لغت کی نگہداشت
اور تراکیب کی خوش وضعی اور قبولیت خاص و عام ضروری چیزین ہین ۔
اسد = مبتدا اور جان درہوای یک نگہ گرم اسکی خبر اور ہے رابطہ ہی
پروانہ چراغ پر گر کے جلجاتا اور فنا ہو جاتا ہے ۔ جب تیرے دادخواہ
کے وکیل کی حالت حالت پروانہ کیطرح ہے تو خاص تیرے دادخواہ کا
حال کیا کہنا وہ تو تیری ایک نگاہ مین فنا ہو جاتا ہے ۔ جہان تو نے
ایک نگاہ کی بس اُسکا کام تمام ہو گیا ۔ جان درہوای یک نگہ گرم اہل لسان
کی ترکیب نہین ہے اور اس ترکیب کے صحیح ہونے مین بہت کچہہ تامل ہے
اور یہہ ترکیب بسبب اپنی طوالت و طول لاطائل کے نہایت درجہ کی

غیر فصیح ورکیک ہے۔ ہوا کے معنے یہان آرزو اور خواہش کے ہین۔

جور سے باز آئے پر باز آئین کیا	کہتے ہین ہم تجھکو منہ دکھلائین کیا

پر۔ یعنے مگر بمعنی استثنا۔ باز آئین کیا مقولہ معشوق کا ہے۔ جور سے باز آئے یعنے جور سے معشوق باز آیا۔ جور سے وہ باز آئے۔ یا ہم باز آئے اس صورت مین سالم مصرع معشوق کا مقولہ ہوگا۔ اس غزل مین کیا ردیف اور دکھلائین۔ گھبرائین وغیرہ قافیہ ہے۔ دونو مصرعون مین کیا نفی کیواسطے آیا ہے۔

رات دن گردش مین ہین سات آسمان	ہو رہیگا کچھہ نہ کچھہ گھبرائین کیا

یعنے مفلسی مین گھبرانا نچاہیئے بلکہ صبر کرنا چاہیئے۔ کیسا عمدہ فلسفیانہ مضمون ہے۔ سات عدد اور آسمان معدود ہے۔ اردو مین معدود اکثر جمع آتا ہے مگر کبھی واحد بھی آتا ہے اور آسمان ایسا لفظ ہے جو واحد اور جمع دونون مین مستعمل ہے۔ کیا = نفی کیواسطے ہے۔ کیا گھبرائین یعنے نہ گھبرائین۔ گھبرانا نچاہیئے۔

لاگ ہو تو اسکو ہم سمجھین لگاؤ	جب نہو کچھہ بھی تو دہوکا کھائین کیا

لاگ = دشمنی۔ عداوت۔ لگاؤ = محبت دوستی۔ دہوکا کھانا = یعنے فریب کھانا۔ کیا = نفی کیلئے ہے یعنے دہوکا نہ کھائین۔

ہوئے کیون نامہ بر کے ساتھ ساتھ | یا رب اپنے خط کو ہم پہونچائین کیا

کیا استفہام کے لئے ہے۔ نامہ بر۔ یعنے قاصد۔

موج خون سر سے گذر ہی کیون نجائے | آستان یار سے اُٹھ جائین کیا

کیا نفی کے لئے ہے یعنے ہم آستانِ یار سے نہ اُٹھینگے اگرچہ موج خون ہمارے سر سے گذر جائے۔

عمر بھر دیکھا کیا مرنے کی راہ | مر گئے پر دیکھئے دکھلائین کیا

عمر بھر = تمام عمر۔ راہ دیکھنا۔ انتظار کرنا۔ مر گئے پر۔ یعنے مرنیکے بعد کیا۔ استفہام کے لئے ہے یعنے دیکھئے کیا دکھلائینگے۔ قائل اپنے کو شخصِ غیر قرار دیکر پوچھتا ہے۔

پوچھتے ہین وہ کہ غالب کون ہے | کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائین کیا

کہ = دونو مصرعون مین بیان کے لئے ہے۔ اور مصرع ثانی مین کاف تردید بھی ہوسکتا ہے۔ یعنے کوئی بتلاؤ یا ہم بتلائین کیا۔ استفہام کے لئے ہے۔

لطافت بے کثافت جلوہ پیدا کر نہین سکتی | چمن زنگار ہے آئینہ باد بہاری کا

باد بہاری کو بسبب لطافت کے آئینۂ فولادی قرار دیا ہے۔ چونکہ آئینۂ فولادی پر

رنگ آتا ہے اور رنگ سبز رنگ ہوتا ہے لہذا چمن کو جو باعتبار برگ اشجار
کے سبز ہوتا ہے آئینہ باد بہاری کا زنگ مقرر کیا ہے اور چونکہ باد بہاری
لطیف چیز ہے اور بمقابل اوس کے برگ اشجار کثیف شے ہے لہذا یہہ نتیجہ
نکالا کہ لطافت بغیر کثافت کے حاصل ہو نہین سکتی - مطلب یہہ کہ جیسے
دنیا مین غم و شادی توام ہین اسیطرح لطافت و کثافت کا حال ہے
اور وہ بہی توام ہین - جلوہ پیدا کرنا = ظاہر ہونا - وجود مین آنا -

جہان ساقی ہو تو باطل ہے دعوی ہوشیاری کا	حریف جوشش دریا نہین خودداری ساحل

ساقی کو دریا سے موج سے اور ہوشیاری کو ساحل سے تشبیہ دی ہے - اور
کہتا ہے کہ جب دریا کی موج خوب طغیانی کرے تو ساحل پانی مین غرق ہوجاتا ہے
اسیطرح جہان ساقی ہو اور وہ ناز و انداز سے خوب بادہ پیمائی کرے تو وہان
لوگ شراب پی پی کر مست و بیہوش ہو جاتے ہین اور ہوشیاری باقی نہین
رہتی لہذا ساقی کے مقام پر ہوشیاری کا دعوی غلط ہے - ساقی کی
بے تکلفی و ناز و انداز کو (دیا) ساقی کے حسن و جمال روز افزون کو جوشش
دریا قرار دیا ہے - کیونکہ جب ساقی کو دریا قرار دیا ہے تو ساقی مین جوشش
دریا کیا چیز ہوگی - ؟ دریا مین جوشش دریا پانی ہے - اور ساقی مین
ساقی کی جوشش ناز و انداز یا حسن و جمال یا سخاوت وکرم ہی ہوگی - مگر اس شعر
مین یہہ بات بہی ممکن ہے کہ ساقی کو جوشش دریا کے ساتھہ تشبیہ دیجائے
یعنے جہان جوشش دریا ہوی وہان ساحل غرق آب ہو گیا اسیطرح جہان

ساقی ہوا وہان ہوشیاری غائب ہوگئی - دونون معنون کا حاصل ایک ہے اور بلحاظ ان معنون کے (تو) حرف رابط ہوگا - اور اس شعر مین (تو) ضمیر واحد حاضر بھی صحیح ہے یعنے اے معشوق جہان تو ساقی ہوا اور جس جگہہ تو ساقی گری کرے الخ -

عشرت قطرہ ہے دریا مین فنا ہو جانا		درد کا حد سے گذرنا ہے دوا ہو جانا

اس شعر مین علم تصوف کا مشہور مسئلہ باندھا ہے - کہ راحت فنا فی اللہ ہونے مین ہے قطرہ تمثیل انسان اور دریا تمثیل ذات باری تعالی ہے - جب درد اپنی حد سے گذر گیا تو دوا کارگر اور موثر نہوی اور جب دوا موثر نہوی تو مریض ہلاک ہوگیا - اب قائل نے ہلاک ہو جانے کو دوا ہو جانا قرار دیا ہے کیونکہ مریض کا مقصود تو ہلا کی تھا نہ صحت و تندرستی - اور مریض فنا کو شفا اسوجہ سے خیال کرتا ہے کہ فنا فی اللہ کا درجہ اُسکو حاصل ہوتا ہے - جو اُسکا عین مطلوب ہے حاصل یہہ کہ عشرت انسان کی فنا فی اللہ ہو جانے مین ہے

تجھسے قسمت مین مری صورت قفل ابجد		تھا لکھا بات کے بنتے ہی جدا ہو جانا

صورت قفل ابجد - یعنے قفل ابجد کی مانند قفل ابجد کیطرح - اس شعر مین بات کے بننے سے وصل کی بات بننا مراد ہے - اور قائل کا مقصود یہہ ہے کہ جب وصل کی بات بنگئی تو مین معشوق سے جدا ہوگیا جو میرے لئے کمال تیرہ بختی اور نہایت بدقسمتی ہے -

مٹ گیا گھسنے مین اس عقدہ کا وا ہو جانا		دل ہوا کشمکش چارۂ زحمت مین تمام

چونکہ عقدہ چھوٹی چیز ہوتی ہے لہذا گھسنے سے مٹ جاتی ہے۔ جب مٹ گئی تو اُسکا وجود نر ہا گویا وا ہو گئی۔ شاعر نے عقدہ کے مٹ جانے کو وا ہونا یعنے کہلنا قرار دیا ہے۔ دل کو عقدہ کے ساتہہ تشبیہ ہے۔ دل مشبہ اور عقدہ مشبہ بہ۔ زحمت سے وہ زحمت دل مراد ہے جو فراق یار کیوجہ سے یا عشق یار کے سبب سے تھی۔ تمام ہونا = مر جانا مصرع ثانی مین دل کی تمثیل ہے عقدہ کے ساتہہ۔ عقدہ = یعنے گرہ۔ شعر کا مطلب ظاہر ہے یعنے ہمارا دل زحمت عشق کی تدبیر اور چارہ گری مین مصروف ہوا۔ مگر اس چارہ گری مین ہمارے دل کو کچھہ ایسی کشمکش اور کشاکش ہوی کہ بیچارہ دل خود ہلاک ہو گیا۔ تو معلوم ہوا کہ دل ایک گرہ کی مانند تھا اور کشمکش چارہ گھسنے کے ساتہہ مشابہت رکھتی تہی اسی لئے دل کشمکش مین معدوم ہو گیا اور جب دل معدوم ہو گیا یعنے مٹ گیا تو گویا چارہ گری مین کامیاب ہوا اور تدبیر کر چکا گرہ کی مانند کہ جب گھسنے مین مٹ گئی تو گویا کھل گئی۔ اور مٹ جانا ہی مطلوب تہا کیونکہ ہم گرہ کو کھولنا چاہتے تھے۔ جب گرہ مٹ گئی تو وا ہو گئی اور مقصود حاصل ہو گیا اس شعر کا مصرع ثانی یعنے مصرع مٹ گیا گھسنے مین اس عقدہ کا وا ہو جانا۔ مطلع کے مصرع ثانی کے ساتہہ یعنے مصرع درد کا حد سے گذرنا ہے دوا ہو جانا۔ ملتا ہوا ہے اور دونون مصرعون کا مضمون قریب قریب واقع ہوا ہے۔ وا ہو جانا = کہل جانا۔ کشادہ ہو جانا۔ وا کرنا۔

اسکا متعدی ہے ۔

اسقدر دشمن ارباب وفا ہوجانا	اب جفا سے بھی ہین محروم ہم اللہ اللہ

اب = یعنے زمانۂ موجودہ مین ۔ جفا = ظلم و ستم ۔ محروم = حرمان زدہ بے نصیب ۔ اللہ اللہ = اس مقام پر تعجب و تحیر کیواسطے آیا ہے ۔ بھی = شرکت کیواسطے آتا ہے ۔ اسقدر = یہان اشارہ طرف زیادتی اور افزونی کے ہے یہہ لفظ مقدار اور اندازہ بتلانے کے لئے آتا ہے اوراتنا کا مترادف ہے ارباب وفا = وفا کے پالنے والے یعنے عاشقان صادق ارباب کا واحد رب ہے دشمن = یہہ لفظ دش اور من سے مرکب ہے ۔ دش کے معنے برا اور زشت آئے ہین اور من بمعنی دل آیا ہے ۔ جو شخص دل زشت رکھتا ہو اُسکو دشمن کہتے ہین ۔ دشمن یعنے بددل و بدخواہ اور ایک دوسرے کی ضد ۔ یہہ لفظون کے معنے ہوے مگر یہان زیادہ تر قابل ذکر یہہ بات ہے کہ مرزا کا یہہ شعر نظیری نیشا پوری رح کے اس شعر سے ملتا ہوا ہے بلکہ ماخوذ ہے ؎ شمع بے شعلہ بہ پروانہ فرستاد آن دوست ٭ کہ بما نامہ روان کرد و عتابے نہ نوشت ٭ اور موسوی خان فطرت رح فرماتے ہین ؎ در تمنائے جفائے خویش کشتن صید را ٭ اختراع مہربانی ہائے صیاد من است ٭ یعنے معشوق جفا ہی نہین کرتا ہے ۔ اور معشوق نے اس لئے ترک جفا کی ہے کہ عاشقان صادق کو جفای معشوق مین بھی مزہ آتا ہے ۔ کیونکہ جفا ہی ہے تو اُسی کی جفا ہے اور اپنے محبوب کیطرف سے ہے

بس اسی ایک نسبت سے عاشقانِ صادق عین جور و جفا مین مزے اوڑاتے ہین اور کہتے ہین کہ ہم ہی اُن کی جفا کے سزاوار ہوے جب معشوق جفا پیشہ کو یہہ بات معلوم ہو گئی تو اُس نے جفا کرنا ہی ترک کر دیا ۔

ضعف سے گریہ مُبدّل بہ دم سرد ہوا		باور آیا ہمین پانی کا ہوا ہو جانا

جب تک ہمکو طاقت اور قوت تھی تب تک ہم روتے تھے اور گریہ کرتے تھے جب ہماری قوت اور طاقت جاتی رہی اور ضعف و ناتوانی آگئی تو اب ہم ٹھنڈی آہین کرنے لگے ۔ اس شعر سے یہہ بات معلوم ہوتی ہے کہ رونے کیلئے طاقت چاہئے اور ضعف کی حالت مین آہ کرتے ہین ۔ دم ۔ بمعنی آہ اور سرد اوسکی صفت ہے حکما جو کہتے ہین کہ پانی ہوا بنکر اُڑ جاتا ہے تو ہمکو اپنی اس حالت سے یعنے زوال گریہ و عروج آہ سے باور آیا یعنے یہہ بات صحیح ہے ظاہر ہے کہ گریہ پانی اور آہ ہوا ہوتی ہے ۔

دل سے مٹنا تری انگشت حنائی کا خیال		ہو گیا گوشت سے ناخن کا جدا ہو جانا

مٹنا = محو ہونا ۔ زائل ہونا ۔ انگشت حنائی = حنائی مین جو (یا) ہے یہہ یاے نسبتی ہے ۔ انگشت حنائی یعنے حنا والی انگشت ۔ وہ انگشت جو مہندی کے رنگ سے سُرخ ہو ۔ اس شعر مین انگشت کے معنے ہاتھہ اور پنجہ کے ہین از روی قاعدۂ مجاز مرسل یعنے استعمال جزو بجای کُل درست ہے خیال = بالکسر تصور و گمان ۔ اس لفظ کی حرکت مین اختلاف ہے اکثر صاحبان

لغت لکھتے ہین کہ بالفتح ہے مگر فارسی والے بالکسر بولتے ہین - اور قوت متخیلہ کو بھی خیال کہتے ہین - جدا ہو جانا علیحدہ ہو جانا - الگ ہو جانا -

ہے مجھے ابر بہاری کا برس کر کھلنا	روتے روتے غم فرقت مین فنا ہو جانا

ابر بہاری = بہاری مین جو (یا) ہے یہ یای نسبتی ہے - مجھے = یعنے میرے لئے - روتے روتے = اسم حالیہ ہے - مرزا نے اس ایک چھوٹی سی غزل مین فنا ہو جانیکا مضمون تین جگہہ باندھا ہے (۱) عشرت قطرہ ہے دریا مین فنا ہو جانا (۲) دل ہوا کشمکش چارۂ زحمت مین تمام (۳) روتے روتے غم فرقت مین فنا ہو جانا - شعراے قدیم ایک ہی غزل مین تکرار مضمون اور تکرار قافیہ کو ناجایز جانتے تھے مگر متاخرین کے پاس جائز ہے - بلکہ ایک مضمون کو کئی طرح سے ادا کرنا اور ایک قافیہ کو کئی طور سے باندھنا خواہ ایک غزل مین ہو خواہ متعدد غزلون مین ہو مگر تازہ اور عمدہ اسلوب سے ہو تو اسکو کمال سمجھتے ہین -

گر نہین نکہت گل کو ترے کوچہ کی ہوس	کیون ہے گرد رہ جولان صبا ہو جانا

یعنے نکہت گل کو تیرے کوچہ مین آنے کی ہوس ہے - اس شعر مین کوچۂ معشوق کی تعریف و توصیف ہے یعنے کوچۂ معشوق ایسا معطر و معنبر و غیرت گلستان و رشک باغ و بوستان ہے کہ نکہت گل کو بھی وہان آنیکی ہوس لگی ہوی ہے - ظاہر ہے کہ نکہت گل نہایت لطیف اور مفرح چیز ہے جسکے سب شائق ہین -

دیکھہ برسات مین سبز آئینہ کا ہو جانا		تا کہ تجھہ پر کھلے اعجاز ہوای صیقل

یعنے صفاے باطن سے آدمی کو سرسبزی اور نجات آخرت حاصل ہوتی ہے
یہان صیقل کے مجازی معنے یعنے صفای باطن مراد ہین - کھلے = یعنے
ظاہر ہووے اور یہہ لفظ آئینہ کے ساتھہ مناسبت رکھتا ہے کیونکہ آئینہ کشادہ
اور کھلا ہوا ہوتا ہے - لفظ ہوا اور برسات اور سبز صنعت مراعات النظیر ہے
یہان ہوا بمعنی آرزو و تمنا آیا ہے اور حقیقی معنون کے لحاظ سے برسات کے
ساتھہ مناسبت رکھتا ہے - آئینۂ فولادی کا سردی سے زنگ بستہ ہو جانا
ایک معمولی بات ہے - اسکو مرزا صاحب نے جو اعجاز کہا ہے یہہ محل تامل
ہے کیونکہ اعجاز کی تعریف یہہ نہین ہے -

چشم کو چاہیے ہر رنگ مین وا ہو جانا		بخشے ہے جلوۂ گل ذوق تماشا غالب

جب چشم ہر رنگ مین وا ہو جاےگی تو اسکو وحدۃ الوجود کا نظارہ حاصل ہوگا
اور ہر رنگ مین اسی کو یعنے ذات باری تعالی کو دیکھےگی - یہہ علم التصوف
کے خبطیات ہین جو شریعت محمدی علیہ الصلوۃ والسلام اور دین آسمانی
کے برخلاف ہین اور ہمہ اوست کا مسئلہ شریعت غرای محمدی علیہ الصلوۃ
والسلام کے پاس نامقبول ہے منصور اور سرمد کا قصہ مشہور ہے کہ یہہ دونون
انہین لغویات کیوجہ سے صاحبان شریعت کے حکم اور فتوے سے قتل ہوے
غالب = منادی یعنے اے غالب - بخشے ہے = اب متروک ہے
اسکی جگہہ مین بخشتا ہے یا بخشیگا کہتے ہین - وا ہو جانا = کھل جانا -

مرزا صاحب نے آنکھہ کی جگہہ چشم اسوجہ سے کہا ہے کہ اُن کی طبیعت زبان فارسی
کی دلدادہ ہے اور دوسری وجہ خاص یہہ ہے کہ اس مقام پر چشم کا لفظ
بہ نسبت آنکھہ کے زیادہ تر خوشنما معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہان لفظ چشم پر زور
دیکر پڑھنے سے تاکید کے معنے پیدا ہوتے ہین اور یہہ موقع تاکید کا ہے
بہرحال یہان آنکھہ سے لفظ چشم بہتر ہے کیونکہ فصاحت و جدائی امر ہے
اور یہان لفظ چشم کا استعمال بمقتضاے فصاحت ہے ۔

تمّت بالخیر

خاتمة الطبع از طرف مصنف

الحمد للہ تعالی کہ اس شرح کا پہلا حصہ ختم ہوا اور میری کوشش و میرے
مال سے مطبع فخر نظامی واقع حیدرآباد دکن مین چھپ گیا ۔ امید ہے
کہ اسکے دوسرے دو حصے بھی بہت جلد شائع ہون گے مگر صرف میری
کوشش اور میرا مال کہانتک مکتفی ہو سکتا ہے ۔ جب تک امراے ذیعزت
اور حکام با فخر و مرتبت توجہ نکرین امید نہین کہ دوسرے حصے شایع ہو سکین
کیونکہ فارسیون کا قول ہے ؎ مرا تجربہ معلوم شد پس ازسی سال
کہ قدر مرد بعلم است و قدر علم بمال ؛ بہرحال دوسرے حصون کی چھپوانے
مین خاکسار سعی کریگا کیونکہ اس کام مین زبان اُردو اور شعر و سخن کی

ترقی متصور ہے اور خیالبندی کی پیچیدگیان پبلک پر منکشف ہوتی ہین
مین بیدل اور ناصر علی اور شوکت اور جلال اسیر اور ظہوری اور
غالب اور مومن کا بدل معتقد ہون مگر اُن کے اختراعات بیجا
اور خیالاتِ سرد رگم سے نہایت متنفر ہون اور اس باب مین فصحای اہل
لسان کا مقلد و مقتدی ہون - اللہ تعالی اس مختصر شرح کو بقای
دوام اور قبولیت خاص و عام عطا کرے اور فتنہ پردازون کے شر و فساد
سے محفوظ رکہے - آمین آمین -

نوٹ از طرف مصنف

مین نے اس شرح کو بطور ضمیمہ کے لکہنا شروع کیا تہا مگر جب لکہنے بیٹہا
تو میرے ذہن مین پست و بلند اور رطب و یابس مضامین اس کثرت سے
آگئے اور صفحۂ کاغذ پر لکہے گئے کہ صرف بابُ الالف کا حجم آٹہہ جزو سے
زیادہ ہو گیا - چونکہ ضمیمہ بہ نسبت اصل کتاب کے چہوٹا ہونا چاہئے تہا
لہذا مین نے اس شرح کو ایک علیحدہ شرح قرار دیا ہے مگر اسکو
وثوق صراحت کے ساتہہ پورا تعلق حاصل ہے - یہ سمجہہ لیجئے
کہ غیر مکمل شرح کو مین نے مکمل کر دیا ہے - ناظرین سی
امید ہے کہ میری تحریر مین کہین کوئی غلطی پائین گے تو براہ کرم چشم
پوشی فرمائین گے کیونکہ فارسی کا دانشور کہتا ہے ؎ بپوش
گر بخطائے رسی و طعنہ مزن * کہ ہیچ نفس بشر خالی از خطا نبود -

اس کے دوسرے حصے بشرط قدردانی گورنمنٹ شایع ہون گے فقط

والسلام خیر الختام

غزل بزبان فارسی طبعزاد مصنف این شرح فرزند حضرت والد مرحوم

حسن و خوبی را چو آن رشک قمر می پرورد
عشق و الفت راز من داغ جگر می پرورد

زلف پرچین تو در چین شور و شر می پرورد
طرهٔ شوریده سوداے دگر می پرورد

روے پرنور تو انوار سحر می پرورد
زلف مشکین تو شب تاریک تر می پرورد

بوسه هنگام آن لب شیرین شکر می پرورد
وان دهان غنچه سان رشک شکر می پرورد

دل که خود را از براے نیشتر می پرورد
ناله ها را دمبدم چون نوحه گر می پرورد

پاک طینت را دعاے بے اثر می پرورد
بوالهوس را فربهی ها تازه تر می پرورد

دیدهٔ من اشکبار و سینهٔ تو پر غبار
راست میگویم که هر یک بحر و بر می پرورد

شاد و بیغم دارد او را گریهٔ طے عاشقان
آه اے آن سرو روان را چشم تر می پرورد

عاشقان دانند کاندر دور خود عشق کسے
داغ دل درد جگر ضعف بصر می پرورد

باز گرد جان ما گر بیند آن گل سوے ما
عاشقان جان بلب را آن نظر می پرورد

گر تو می آوردی آنرا جای بو بودی چه خوب
اے صبا جان مرا آن خاک در می پرورد

بسکه درد و غم غذای عاشقان شد در ازل
از وفور رشک جانم نامه بر مے پرورد

عمر تان بادا دراز و جاه تان بادا بلند
یاد تان اے ناله ها جان و جگر می پرورد

بسکه در خون می تپد هر دم ز آواز خوشت
گوئیا اندر دل من نیشتر می پرورد

حسرت پرواز تا افزون کند اندر دلش — آن شکاری صید خود را بال و پر می پرورد

شوق دل کردست پایم را سراسر آبله — خارهای راه را این راهبر می پرورد

طرفه تر سحریست ای یاران تماشا کردنی — دو جبال سخت یک موی کمر می پرورد

تیز طبعان را بهر جا قدر و منزل بیش هست — سنگ را خود زان نهان از ما شرر می پرورد

بی هنر جا رود از فاقه مزن بخت اوست — با خبر دانند که آدم را هنر می پرورد

نی عجب گر سربلندم سازد از لطف عمیم — آن خداوندیکه اینجا خیر و شر می پرورد

کوچه ات را کوچه آئینه نامی خوشتر است — زانکه عکس حسن تو دیوار و در می پرورد

سنگ جور ای محتسب بر شان مزن هشیار باش — کاندرینجا شیشه ما را شیشه گر می پرورد

راه استدلال بگذار ار تو خواهی عافیت — ای بها و زدان بداین بگذر می پرورد

هست کار استان آوردن مضمون خوش — زانکه شیرینی و شکر نیشکر می پرورد

میر محبوب علیخان شاعران هر را — بیشتر از بیشتر از بیشتر می پرورد

هم رعایا و برایا و علوم و هم فنون — بیشک این شاه نکوی دادگر می پرورد

فیض بخشی **عماد الملک** را از من بپرس — اهل علم و خاندان را بی خطر می پرورد

طرز گفتار تو **واجد** تو ده بای عشق را
آفرین صد آفرین بس مختصر می پرورد

خلد الله ملکه و دولته —

سنه عالیجناب فیض مآب آنریبل نواب عماد الملک بهادر مولوی سید حسین صاحب بلگرامی ناظم تعلیمات

پرائیوٹ سکرٹری اعلیحضرت حضور نظام دام اقباله ۱۲ واجد علی عفی عنه



تعلیمات علاقہ حیدرآباد دکن کے نام حضرت والد مرحوم نے اپنی صدارت کے زمانے مین لکھے تھے
اور دوسرے حصہ مین رقعات ہین۔ دونو حصون کی مجموعی ضخامت انیس ۱۹ جزو ہے۔ طرز کلام وہی
اہل لسان کا تتبع اور اعلیٰ درجہ کی صاف و فصیح و دلکش انشاپردازی ہے محاورہ بندی اور صنائع
لفظی و معنوی کا خوشنما استعمال حضرت والد مرحوم کی خاص طرز ہے۔ حضرت والد مرحوم روزمرّہ
ایران کے دلدادہ تھے۔ اہل لسان اس کلام کے گرویدہ اور بے انتہا شایق ہین۔ قیمت
ہر دو حصہ دو روپیہ (عہ) سکہ حالی یا عصہ سکہ کلدار۔

اس انشا کا حصہ اول و دوم ایک ایک روپیہ سکہ حالی مین علیحدہ علیحدہ بھی دستیاب ہو سکتا ہے
یہہ انشا فارسی کے شایقون اور طالب العلمون کے لئے کمال مفید ہے۔

وثوق صراحت - بزبان اردو مرزا غالب دہلوی کے اردو دیوان کی ایک چھوٹی سی اور مختصر
شرح ہے چونکہ معتبر مصنف کی تصنیف ہے لہذا معتبر کتاب ہے بہت سے اشعار کی شرح نہایت عمدگی کیساتھ
مختصر طور پر لکھی ہے اور مرزا کے کلام کے اکثر نکات و دقائق کو اچھی طرح سے کھولا ہے۔ لفظون کے
معنے قابل دید ہین اور ہر ایک فقرہ نشتر کا کام دیتا ہے۔ اسکا صحت نامہ بھی چھپ گیا ہے قیمت مع ضمیمہ (مصنف
مشتہر) عہ سکہ حالی یا عہ سکہ کلدار ضخامت معہ ضمیمہ و صحت نامہ (۲۴) جزو۔ کل تصنیفات کا
محصولڈاک ان قیمتون کے علاوہ ہے۔ درخواست مشتہر کے نام ذیل کے پتے پر آنی چاہئے فقط

نوٹ - تصنیفات حضرت والد مرحوم بغرض فروخت چھپوائے گئے ہین جن صاحبون کو
ان کتابون سے فیض یاب ہونا منظور ہو وہ قیمت دیکر مشتہر کے پاس سے کتابین
حاصل کرسکتے ہین فقط
واجد عفی عنہ

المشتھر محمد عبد الواجد عفی عنہ واجد فارسی مدرس سٹی ہائی اسکول
ساکن محلہ اندرون دروازہ چادر گھاٹ قریب مسجد الماس بلدہ حیدرآباد دکن

اطلاع

وثوق صراحت اور وجدان تحقیق کے جملہ حقوق

محفوظ ہین۔ کوئی صاحب ان کتابون کو بغیر میری

اجازت کے نہین چہپوا سکتے۔ اور کوئی مضمون ان کتابون سے

اخذ و انتخاب کر کے علیحدہ کتاب بہی مرتب

نہین کر سکتے ہان جسقدر نسخے مطلوب ہون مشتہر کے

پاس سے بارسال قیمت طلب کر سکتے ہین فقط

الراقم محمد عبدالواجد عفی عنہ و آحاد عانٰی

فرزند حضرت والد مرحوم